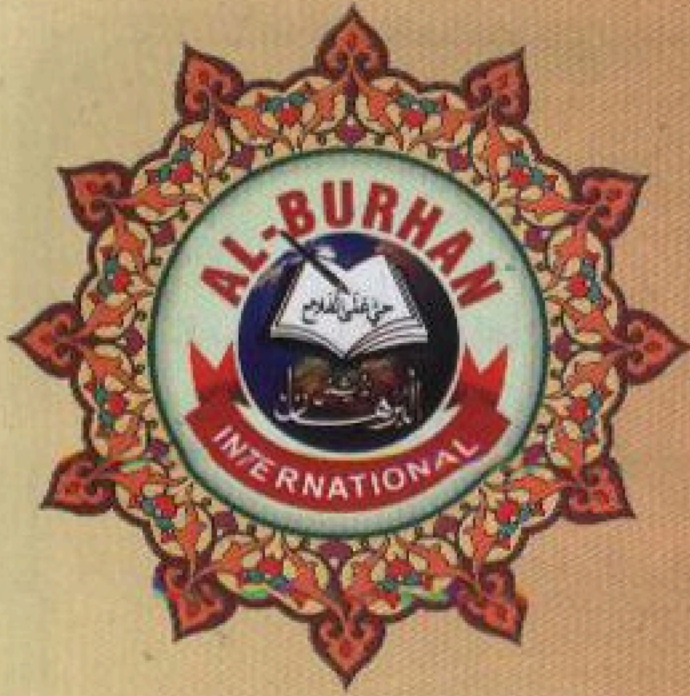
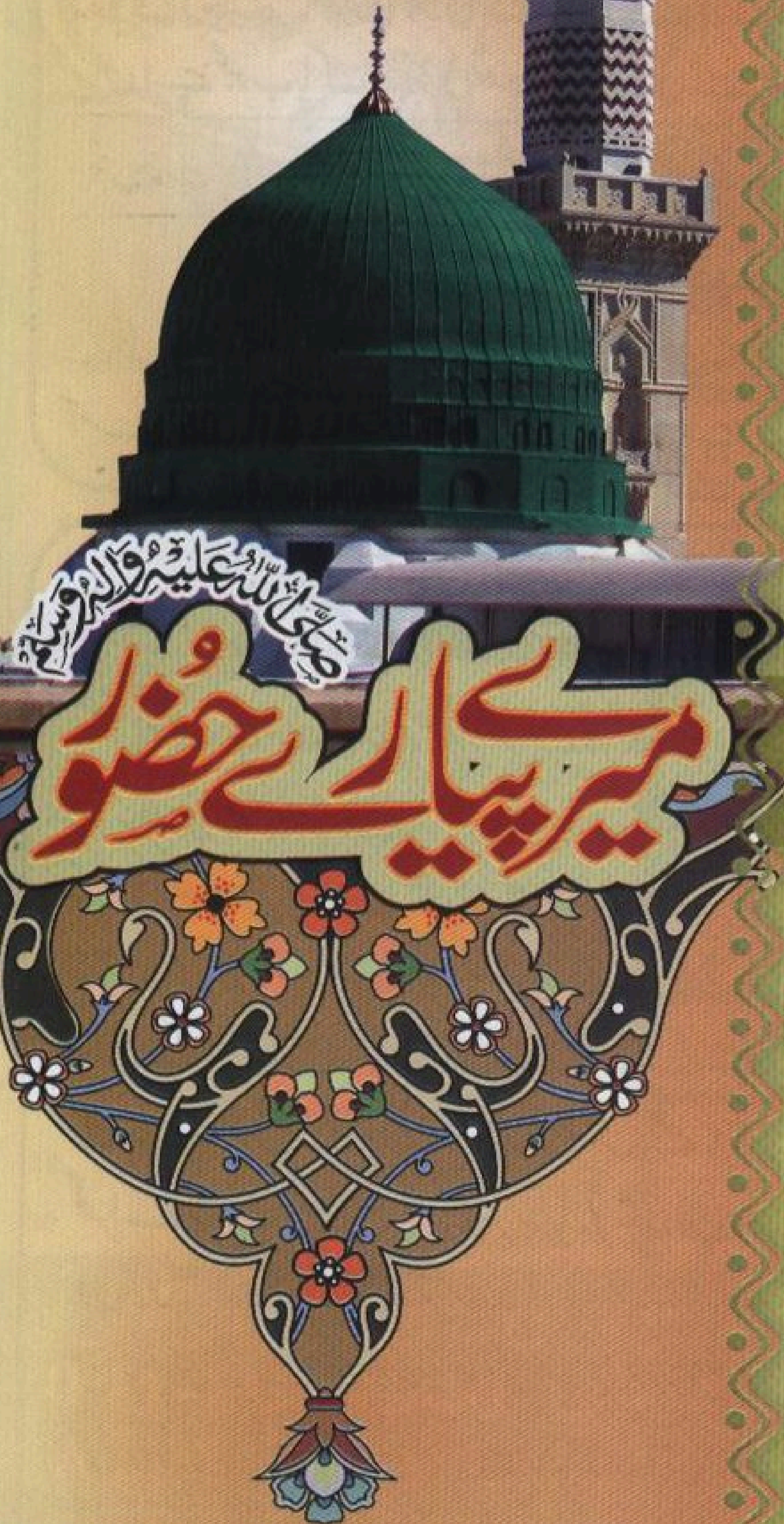
رجسٹریشن نمبر 36-20333 سی پی ایل نمبر FD-107



البرہان فاؤنڈیشن کے زیرادارت خواتین کیلئے اپنی طرز کا واحد جریدہ

راہنمائے خواتین

جلد نمبر 10 جنوری 2015ء شمارہ 1



صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑہ نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارہ نور کا

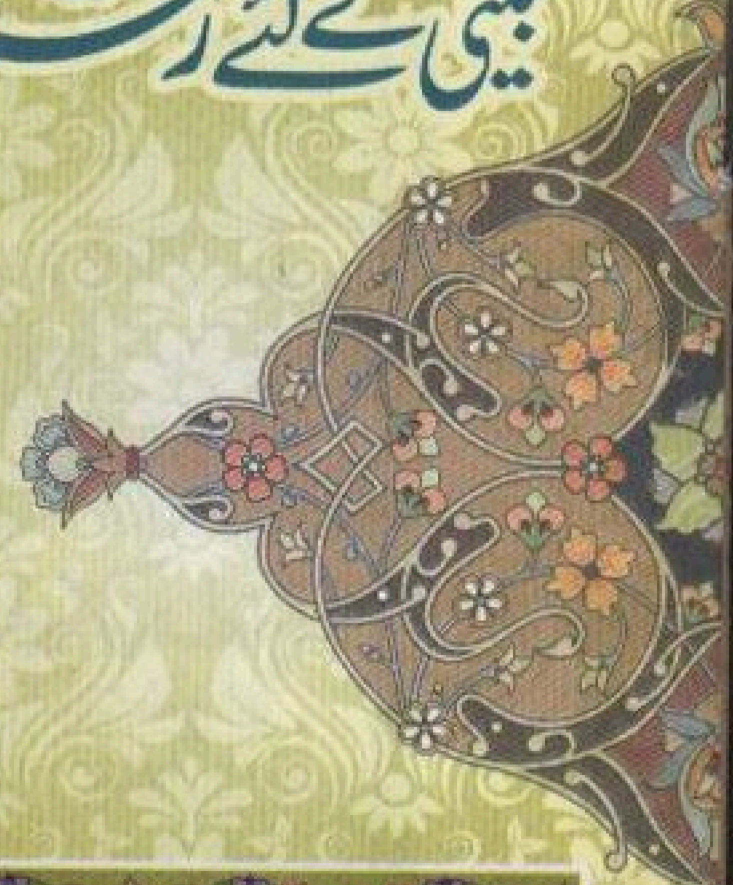
تاریخ ولادت پاک

دین کے مطابق بچوں کی پرورش کریں

بیٹی کے لئے رشتہ تلاش کرنا کٹھن کیوں؟

انمول باتیں

عورتوں کے مسائل



Reg. No.20333-36



البرہان انٹرنیشنل کے زیر ادارت خواتین کیلئے اپنی طرز کا واحد جریدہ

ماہنامہ راہنمائے خواتین فیصل آباد

جلد نمبر 10: جنوری 2015ء شمارہ نمبر 1



آئینہ ترتیب

خط وکتابت کا پتہ
آفس ماہنامہ راہنمائے خواتین 57-C ماڈل ٹاؤن فیصل آباد
041-2639940
حبیب بینک جناح کالونی برانچ اکاؤنٹ نمبر A/C 09037900113203

پبلشر محمد افضل سعید نے صبح نور پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر 57-C ماڈل ٹاؤن فیصل آباد سے شائع کیا

ادار یہ

آپ کے نام

اس ماہ کا اداریہ اطاعت رسول کتنا ضروری ہے کہ موضوع پر ضروری سمجھا۔ چند ایک الفاظ حاضر خدمت ہیں۔ علامہ اقبال نے کیا خوب انداز میں اس کو بیان کر دیا۔

بمصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ او نہ رسیدی تمام ابولہبی ایست

اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رضا و خوشنودی کے طالب ہیں تو اس کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کریں۔ اللہ رب العزت نے قرآن میں اس کا برملا حکم فرمایا۔

اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) لوگوں سے کہہ دو اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی اختیار کرو۔ اللہ تم سے محبت کرے گا۔ اور تمہاری خطاؤں سے درگزر کرے گا۔

کی محمد ﷺ سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اللہ تعالیٰ کی محبت کا راز آقائے دو جہاں، حضور اکرم تاجدار عرب و عجم، سلطان معظم، فخر موجودات، سرور کائنات، امام النبیین، رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، راحت العاشقین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں پوشیدہ ہے۔

اگر ہر مسلمان کا قول و فعل قرآن و سنت کے مطابق ہو جائے تو اس حقیر دنیا کی کامرانی تو کوئی شئے ہی نہیں، لوح و قلم بھی اس کی زد میں ہوں گے۔ اس کی ہر تدبیر اللہ کی تقدیر بنتی چلی جائے گی۔ وہ ایک انقلاب آفرین شخصیت بن کر ابھرے گا۔ اور پوری کائنات اس کی تابع ہوگی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برائیوں میں گرے ہوئے انسان کو عزت کی بلند مسندوں تک پہنچا دیا۔ پارہ پارہ انسانیت کو اخوت و محبت کا درس دیا، تخریب تو تہذیب کے سانچے میں ڈھال دیا، تمدن کو حسن بخشا، کشور کشائی سے لیکر جہانداری تک اور جہابانی سے لیکر جہاں آرائی تک ہر راز اپنے عمل سے آشکار کر دیا۔ تاریخ شاہد ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ جانثاروں نے صحراؤں کی وسعتیں، پہاڑوں کی چوٹیاں اور دریاؤں کی گہرائیاں اپنے پاؤں تلے روند ڈالیں وہ خارزاروں میں باغبانی کی بنیاد رکھتے رہے وہ آندھیوں کے مقابل آئے۔ زلزلوں سے ٹکرائے، بجلیوں سے الجھے، تلواروں سے کھیلے۔ یہ اسی غلامی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اثر تھا کہ بے سروسامان مسلمان دنیا پر چھا گئے۔ قیصر و کسریٰ کی شوکت ان کے قدموں پر جھک گئی، اندلس اور سندھ کی سرزمین نے ان کے قدم چومے، نیل سے کاشغر تک اور چین سے ہسپانیہ تک وہ عزت کا مرکز بنے رہے۔ فرشتے ان کی نصرت کے لئے آسمان سے قطار اندر قطار اترتے رہے یہ سارا ثمر تھا اطاعتِ رسول کا۔ آج مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ جب ہم نے اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پس پشت ڈال دیا تو اللہ نے ہمیں ذلّت کی اتھاہ گہرائیوں میں پھینک دیا۔ آج ہم دنیا کے ایک تہائی وسائل جس میں تیل، سونا، ایلومینیم، گیس کے ذخائر رکھنے کے باوجود اغیار کے ہاتھوں ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں۔ (باقی صفحہ 3 پر)

تفسیر القرآن

از حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری صاحب علیہ الرحمہ (بھیرہ شریف)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔

ترجمہ: اے نبی (مکرم) ہم نے بھیجا ہے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر اور خوشخبری سنانے والا اور بروقت ڈرانے والا۔

تفسیر: اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے محبت بھرے انداز سے خطاب فرماتا ہے اور اس کے بعد ان جلیل القدر خطابات کا ذکر کرتا ہے جن سے اس نے اپنے محبوب کو سرفراز فرمایا ان کے ذکر سے اگر ایک طرف اپنے پیارے رسول کی عزت افزائی مقصود ہے تو دوسری طرف مسلمانوں کو بھی حوصلہ دیا جا رہا ہے کہ تم ان طوفانوں سے نہ گھبراؤ، ان تند و تیز لہروں سے پریشان ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں، یہ منہ کھولے ہوئے گرداب اب تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

اس ملت کا سفینہ ہم نے کسی ایسے ملاح کے سپرد نہیں کیا جو کم ہمت نا اہل اور نا تجربہ کار ہو بلکہ اس کشتی کا ناخدا وہ نبی برحق ہے جس کو ہم نے ان صفاتِ جلیلہ سے متصف کیا ہے تم صبر واستقامت سے اس کا دامنِ اطاعت مضبوطی سے پکڑے رہو یقیناً تمہیں ساحل مراد تک رسائی نصیب ہوگی ساتھ ہی دشمنانِ اسلام کی ان ناپاک آرزوؤں کو بھی خاک میں ملا دیا جو اپنی سازشوں اور حیلہ سازیوں سے حق کی اس شمع فروزاں کو بجھانا چاہتے تھے۔

بقیہ: اداریہ

وہ معزز تھے زمانے میں مسلمان ہو کر ہم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر

دوبارہ عزت و آبرو حاصل کرنے کا صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

آخر میں قارئین سے ایک التماس کروں گا کہ ربیع الاوّل کے مبارک مہینہ میں کم از کم تین ہزار مرتبہ درود شریف روزانہ پڑھ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں نذرانہ عقیدت پیش کریں۔ اور ارادہ کریں کہ آئندہ سال ربیع الاول کے مبارک ماہ کی آمد تک سیرت رسول ﷺ پر مبنی کتاب کا مطالعہ کریں گے۔

کتب سیرت مثلاً سیرت رسول عربی، از علامہ نور بخش توکلی

ضیاء النبی: از پیر محمد کرم شاہ وغیرہ

والسلام مدیر اعلیٰ

قصیدہ نور

ازاعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدثِ بریلی

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

باغِ طیبہ میں سہانا پُھول پھولا نور کا
مست بُو ہیں بُلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

میں گدا تو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا تیرا دے ڈال صدقہ نور کا

تاج والے دیکھ کر تیرا عمامہ نور کا
سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا

شمع دل مشکوٰۃ تن سینہ زجاجہ نور کا
تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا

ناریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا
تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجا نور کا

جو گدا دیکھو لیے جاتا ہے توڑا نور کا
نور کی سرکار ہے کیا اس میں توڑا نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانا نور کا

نور کی سرکار سے پایا دو شالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

کٓ گیسو ہٓ دہن یٰ ابرو آنکھیں عٓ صٓ
کٓھٰیٰعٓصٓ ان کا ہے چہرہ نور کا

اے رضؔا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

تاریخ ولادت پاک

تحریر: منور حسین نقشبندی

تاریخ ولادت:

روایات کثیرہ میں آپ ﷺ کی تاریخ عام الفیل میں پیر کے روز بمطابق 12 ربیع الاوّل ہے۔ ایک روایت میں یہ 22 اپریل 571 عیسوی بنتی ہے۔ ایک محقق کے نزدیک یہ 20 اگست 570 عیسوی بنتی ہے۔ ولادت باسعادت صبح صادق کے فوراً بعد ہوئی۔ حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عجیب خواب دیکھا اس وقت میں حطیم کعبہ میں تھا۔ میں نے دیکھا میری پشت پر ایک بہت ہی بلند درخت اُگا ہے جس نے آسمان کی چوٹی کو چھولیا ہے اور اس کی شاخیں مشرق ومغرب میں پھیل گئی ہیں اور اس سے نور چھن چھن کر فضاؤں کو منور کرنے لگا ہے۔ اور یوں اس سے انوار کے ایسے سوتے پھوٹے کہ سورج کی تابانی بھی اس کے سامنے ماند پڑ گئی۔

میں نے دیکھا کہ قریش کے لوگ آگے بڑھے اور ان شاخوں سے لٹک گئے لیکن کچھ غصے سے بیٹھ گئے اور آگے بڑھے ان کے ہاتھوں میں بڑے بڑے کلہاڑے تھے وہ چاہتے تھے اس درخت کو کاٹ ڈالیں۔ اتنے میں ایک بہت ہی خوبصورت اور باوقار نوجوان نمودار ہوا اور اس درخت کے آگے سینہ سپر ہو گیا۔ اسے خوشبو کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ اس نے درخت کاٹنے والوں میں سے کسی کی آنکھیں پھوڑ دیں اور کسی کی کمر توڑ دی میں گھبرا کر بیدار ہو گیا۔ ایک کاہنہ نے تعبیر بتائی کہ تمہاری نسل میں ایک بچہ پیدا ہو گا جس کے جاہ وجلال اور عظمت وکمال کی پوری دنیا میں دھوم مچ جائے گی۔ (سیرت نبوی زینی، دحلان)

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند:

ایک سہانی صبح جس پر تمام صبحیں ناز کرتی ہیں کو متولی کعبہ اور مکہ کے بوڑھے سردار حضرت عبدالمطلب طواف کعبہ میں مشغول ہیں۔ ان پر وارفتگی کی سی کیفیت طاری ہے۔ اچانک ان کی نظریں حرم کعبہ کے دروازہ کی طرف اٹھتی ہیں جہاں سے ان کے مرحوم اور لاڈلے بیٹے حضرت عبداللہ کی کنیز برکہ دوڑتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ آپ حیران ومضطرب ہوتے ہیں، کنیز کا سانس پھولا ہوا اور چہرا خوشی سے گلنار ہو رہا ہے۔ حضرت عبدالمطلب کو دیکھتے ہی بے اختیار پکار اٹھتی ہے سردار مبارک ہو، سردار مبارک ہو اللہ نے آپ کو چاند سا پوتا عطا فرمایا ہے جو نہایت خوبصورت ہے۔ خوشی کے مارے اس کے پاؤں زمین پر ٹک نہیں رہے اور وہ کچھ سنے بغیر ہی کہے جا رہی ہے سردار جلدی چلئے بی بی آمنہ نے آپ کو بلایا ہے۔ بچہ بہت ہی پیارا ہے، اس سے عجب بھینی بھینی خوشبو کی لپٹیں آ رہی ہیں اور مالکن حضور کا سارا کمرہ ہی معطر ہو رہا ہے۔ اتنا کہہ کر وہ تیز قدموں سے واپس پلٹ جاتی ہے۔

بوڑھے سردار کے لئے وفور مسرت کے سبب سانس لینا

دشوار ہونے لگا۔خوشی سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ لاڈلے اور مرحوم بیٹے عبداللہ کی حسین وجمیل صورت آنکھوں میں گھوم گئی جو شادی کی چند ماہ بعد ہی بھر پور جوانی میں ان سے کوسوں دور ہوتے ہوئے داغ مفارقت دے گئے تھے۔فرزند ارجمند کی جدائی کا زخم پھر ہرا ہوگیا۔عین عالم شباب میں بیٹے کی جدائی اور یتیم پوتے کی آمد، آنسو ہیں کہ تھمتے ہی نہیں۔ بے اختیار آگے بڑھ کر غلاف کعبہ کو تھاما اور بارگاہ رب العزت کے حضور اپنی جھولی پھیلا دی اور عرض کی الٰہی کس زبان سے تیرا شکر ادا کروں، وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جو تیری حمد کے لائق ہوں۔تو نے مرحوم عبداللہ کے گھر چراغ روشن کیا ہے، آمنہ کو بیٹے سے نوازا اور مجھے بڑھاپے کا سہارا دیا ہے۔الٰہی اس کی حفاظت فرمانا۔پھر آپ اس نعمت خداوندی کے دیدار کے لئے شاداں وفرحاں ہوتے ہوئے، بہو آمنہ کے گھر کی طرف تیزی سے چل دیئے۔

آج شہر مکہ اپنے بختوں پر نازاں ہے، اس کی فضا خمار آلودہ ہے، ہوائیں کیف ومستی میں ڈوبی ہوئی ہیں، ہر طرف مسرت وشادمانی چھائی ہوئی ہے، بیت اللہ بھی آج بڑا مسرور ہے کہ اس کو بتوں سے پاک کر کے اس کی عظمت کو چار چاند لگانے والے تشریف لا چکے ہیں۔آسمانی فضائیں بھی آج خوشی میں ہیں کہ شب اسریٰ کے دولہا آ چکے۔ بزم کائنات جن کے لئے سجائی گئی اور جن کا انتظار کرتے کرتے صدیاں بیت چکیں، جن کی جھلک دیکھنے کو آفتاب بے قرار، مہتاب سراپاء انتظار اور ستارے چشم براہ تھے، جن کے قدم چومنے کو زمین کا ذرہ ذرہ بے تاب تھا وہ آن پہنچے۔ جہالت کی تاریکی کو دور کر کے عرض وسما کے گوشے گوشے کو منور کرنے والے، بے کسوں کی اماں، بیچاروں کے چارہ گر، غریبوں کے ملجا، یتیموں کے ماویٰ، غلاموں کے مولیٰ، ٹھکرائے ہوؤں کی جائے پناہ اور مظلوموں کی داد رسی کرنے والے جلوہ افروز ہو چکے ہیں۔

سردار عبدالمطلب نے جیسے ہی آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر قدم رکھا تو دلآویز خوشبو کے جھونکوں نے بڑھ کے استقبال کیا۔آپ دیوانہ وار آگے بڑھے، تاجدار عرب وعجم کو گود میں لیا اور ٹوٹ کے پیار کیا کہ آج باپ کا سایہ بھی سر پہ نہیں تھا۔نہایت خوبصورت چہرہ، قدرتی سرمگیں آنکھیں، چمکتی پیشانی اور معطر بدن (سبحان اللہ)۔ قدرت کاملہ کے اس شاہکار کو دیکھ کر آپ نہایت خوش ہوئے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے دوران ولادت جو عجائبات دیکھے تھے اور جو بشارتیں اور ہدایات سنی تھیں وہ سب اپنے سسر کے گوش گزار کیں تو آپ کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ حضرت عبدالمطلب محبوب رب العالمین، سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو سینے سے لگائے بیت اللہ میں تشریف لائے اور خالق کائنات کا شکر ادا کیا اور دعا مانگی۔ پھر ہر طرف سے مبارکبادیں لیتے ہوئے واپس آ کر والی کونین کو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیا۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے وقت سے آگاہ فرما دیا تھا اور انہوں نے اپنی قوم کو بتا دیا تھا کہ جب فلاں ستارہ اپنی جگہ سے حرکت کرے گا تو وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت ہوگا۔ یہ آگاہی اور وصیت بنی اسرائیل کے علماء نسل در نسل حاصل کرتے آ رہے تھے۔

(السیرۃ النبویہ۔دحلان)

یہی وجہ ہے کہ جب صبح ولادت آئی تو یہودیوں کے

عالموں میں ہل چل مچ گئی اور وہ بے قرار ہو کر گلی کوچوں میں پوچھنے لگے کہ آج کسی کے گھر بچہ پیدا ہوا ہے؟

ابونعیم اور بیہقی روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میری عمر سات آٹھ سال کے قریب تھی میں کہی سنی بات کو سمجھتا تھا۔اس صبح میں نے ایک یہودی کو سنا وہ ٹیلے پر کھڑا زور زور سے چیخ رہا تھا اے جماعت یہود بڑی اہم خبر ہے جمع ہو جاؤ۔جب لوگ جمع ہو گئے تو وہ ہانپتے ہوئے بولا ''ستارہ احمد طلوع ہو گیا ہے اور وہ نبی آج رات پیدا ہو گئے ہیں۔(جن کی ولادت کا سب کو انتظار تھا)

امام حاکم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ میں ایک یہودی رہتا تھا۔ولادت کی رات وہ اپنے مسکن سے باہر آیا قریش کے ہاں رک گیا اور پوچھا کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ حاضرین نے لاعلمی ظاہر کی وہ بولا میری بات غور سے سنو آج کی رات اس آخری اُمت کا نبی پیدا ہو گیا ہے اور اے قبائل قریش وہ تم میں سے ہے۔قریش بڑے حیران ہوئے۔ انہوں نے پتا چلایا کہ حضرت عبدالمطلب کو قدرت نے پوتا عطا کیا ہے جس کی پیدائش پر بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوئے ہیں۔وہ اس یہودی عالم کے پاس آئے اور بتایا کہ تمہاری بات درست ہے۔ عبدالمطلب کے ہاں پوتا پیدا ہوا ہے۔وہ بولا مجھے ان کے گھر لے چلو۔چنانچہ وہ یہودی ان کے ساتھ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر آیا۔ جب یہودی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر نبوت دیکھی تو بے ہوش اور بد حواس ہو گیا اور بے ساختہ اس کی زبان سے نکلا ''خدا کی قسم بنی اسرائیل کے گھر سے نبوت رخصت ہو گئی ہے۔اے قریش تمہیں نئی زندگی مبارک ہو۔اس کے ذریعے تم ایسا غلبہ واقتدار حاصل کرو گے کہ مشرق و مغرب میں اس کا شہرہ ہو جائے گا۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک کی برکت سے اس سال بنو قریش جو قحط اور تنگی کا شکار تھے خوشحال ہو گئے۔پیاسی زمین سرسبز ہو گئی۔محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے سبب خالق کائنات نے اس سال تمام حاملہ عورتوں کو بھی لڑکے عطا کئے۔

اسم مبارک:

ایک روائت میں آتا ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ولادت مبارک کے ساتویں روز اہلِ قریش کو دعوت طعام دی اوران کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم بتایا۔انہوں نے حیرت سے پوچھا کہ ایسا نام پہلے تو نہیں رکھا گیا۔آپ نے جواب دیا کہ میں نے یہ نام اس لئے تجویز کیا ہے تاکہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ اور زمین میں اس کی مخلوق اس نومولود کی تعریف کرے۔کچھ اہل لغت کے مطابق جو ہستی تمام صفات خیر کی جامع ہو اُسے محمد کہتے ہیں۔علامہ سہیلی کہتے ہیں کہ محمد اس کو کہتے ہیں جس کی بار بار تعریف کی جائے۔دوسرا مشہور نام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احمد ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی نام سے یاد کیا ہے۔اس کا معنی ہے ہر حمد کرنے والے سے زیادہ اپنے رب کی حمد کرنے والا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ایک اسمائے گرامی ہیں اور بھی مذکور ہیں۔بعض محدثین کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ننانوے نام ہیں بعض کے بقول اسمائے مبارکہ تین سو ہیں جبکہ ایک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہزار نام بھی مذکور ہیں۔ایک خاص نکتہ قابل غور ہے کہ اللہ اور محمد کے مبارک ذاتی ناموں کا ہر حرف بامعنی ہے۔اور بامقصد ہے۔لفظ ''اللہ'' سے اگر الف کو علیحدہ کر دیا جائے تو ''للہ'' رہ جائے گا۔جس

کا معنی ہے ''اللہ کے لئے'' اور اگر دوسرا حرف ہٹا دیا جائے تو ''لَہٗ'' رہ جائے گا جس کا مطلب بھی ''اللہ کے لئے'' ہے اگر لام کو بھی ہٹا دیں تو ''ہ'' رہ جائے گا جس کا معنی ''وہی'' اور وہ اللہ ہی ہے۔اسی طرح لفظ ''محمد'' کا ہر حرف بامعنی ہے اگر شروع کا ''م'' ہٹا دیں تو ''حمد'' رہ جاتا ہے جس کا مفہوم ہے تعریف اور اگر پورے حرف میں صرف ''ح'' کو علیحدہ کریں تو ''مد'' رہ جائے گا جس کا معنی ہے مددگار۔اگر پہلے دو حرف یعنی ''م'' اور ''ح'' دونوں کو علیحدہ کر دیں تو ''مد'' رہ جائے گا جس کا مطلب ہے دراز اور بلند۔یہ آپ ﷺ کی عظمت کی طرف اشارہ ہے اور اگر دوسرے م کو بھی ہٹا دیں تو صرف ''د'' رہ جائے گا۔اور دال کا مفہوم ہے دلالت کرنے والا یعنی اسم محمد اللہ کی وحدانیت پر دال ہے۔

ولادت کی خوشی:۔

رسول اکرم ﷺ کے چچا ابولہب کی ایک کنیز تھی جس کا نام ثوبیہ تھا۔بوقت ولادت اُس نے اسے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھیجا کہ جاؤ میرے مرحوم بھائی عبداللہ کے گھر ولادت ہونے والی ہے۔میری بھاوج کی خدمت کرو۔جب آپ ﷺ کی ولادت ہوگئی تو ثوبیہ خوشی سے دوڑتی ہوئی ابولہب کے پاس آئی اور بھتیجے کی ولادت کی خوش خبری سنائی۔اُس نے یہ مبارک خبر سن کر اپنے ہاتھ کی دو انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے ثوبیہ کو آزاد کر دیا۔

صحیح بخاری میں اس کا ذکر یوں ہے۔ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے اہل خانہ میں سے کسی نے اسے بہت بُرے حال میں دیکھا تو اس سے پوچھا کیسے ہو؟ ابولہب نے کہا میں سخت عذاب میں ہوں اس سے کبھی چھٹکارا نہیں ملتا۔ہاں مجھے (اس عمل کی جزا کے طور پر) کچھ سیراب کیا جاتا ہے کہ میں نے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا۔اس حدیث مبارکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

یہ روایت موقع میلاد پر خوشی منانے والوں اور مال صدقہ کرنے والوں کے لئے دلیل اور سند ہے۔ابولہب جس کی مذمت میں قرآن نازل ہوا جب وہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں لونڈی آزاد کر کے عذاب میں تخفیف حاصل کرتا ہے تو کیا مقام ہوگا اس مسلمان کا جس کے دل میں محبت رسول ﷺ موجود ہو اور ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرے۔ہاں عوام کی ایجاد کردہ بدعات مثلاً ناچ گانے اور محرمات و منکرات سے بچنا ضروری ہے کیوں کہ ان کے ذریعے انسان میلاد کی برکت سے محروم رہ جاتا ہے۔

رضاعت و نگہداشت:

سب سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔اس کے بعد یہ شرف حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کے حصے میں آیا۔حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا ابولہب کی لونڈی تھیں جن کو بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری سنانے کے سبب اُس نے آزاد کر دیا تھا۔ حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا ہے۔اس طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے رضائی بھائی بھی ہیں۔حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے نو روز تک آپ ﷺ کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت ثوبیہ رضی اللہ عنہا کی اس خدمت کے باعث نبی کریم ﷺ ان کی بڑی عزت کرتے اور دلجوئی فرماتے اور انہیں تحائف سے نوازتے رہے۔کچھ اور خواتین کو بھی آپ ﷺ کو دودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا ہے۔جن میں قبیلہ بنو سلیم کی

عورتیں جن کے نام اتفاقاً عاتکہ تھے اور ایک عورت حضرت خولہ بنت المنذر رضی اللہ عنہا ہے۔

تاریخ ولادت باسعادت:

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محسن انسانیت ﷺ کا یوم میلاد دوشنبہ کا دن تھا۔اس پر بھی علماء امت کا تقریباً اتفاق ہے کہ ربیع الاول کا بابرکت مہینہ تھا۔ ماہ رمضان اور ماہ محرم کے اقوال کو اہل تحقیق نے درخور اعتنا ہی نہیں سمجھا۔البتہ ماہ ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی جب مہتاب رشد وہدایت نے جلوہ بار ہو کر ظلمت کدہ عالم کو منور فرمایا اس بارے میں علماء کرام کے متعدد اقوال ہیں ہم یہاں علماء محققین کی آراء ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں جن کے مطالعہ سے وہ آسانی صحیح نتیجہ اخذ کر سکیں گے۔

ا......امام ابن جریر طبری جو فقید المثال مفسر بالغ نظر مورخ بھی ہیں وہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

''رسول کریم ﷺ کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی۔

(تاریخ طبری، جلد دوم، صفحہ ۱۲۵)

(۲)......علامہ ابن خلدون جو علم تاریخ اور فلسفہ تاریخ میں امام تسلیم کئے جاتے ہیں بلکہ فلسفہ تاریخ کے موجد بھی ہیں وہ لکھتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں سال تھا۔ (تاریخ ابن خلدون، جلد دوم صفحہ ۷۱۰)

(۳)......مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ) عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار امام محمد بن اسحاق سے اپنی السیرۃ النبوۃ میں رقم طراز ہیں:

''رسول کریم ﷺ سوموار بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔(السیرۃ النبویہ ابن ہشام، جلد اول، صفحہ ۱۷۱)

(۴)......علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی، جو علم سیاست اسلامیہ کے ماہرین میں سے ہیں اور جن کی کتاب الاحکام السلطانیہ آج بھی علم سیاست کے طلبہ کے لئے بہترین ماخذ ہے۔ اپنی کتاب اعلام النبوۃ میں ارشاد فرماتے ہیں۔

''واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔'' (اعلام النبوۃ صفحہ ۱۹۲)

علوم قرآن وسنت اور فن تاریخ کے یہ وہ جلیل القدر علماء ہیں جنہوں نے بارہ ربیع الاول کو یوم میلاد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیہ و الثنا تحریر کیا ہے اور دیگر اقوال کا ذکر تک نہیں کیا۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے نزدیک صحیح اور معتمد علیہ قول یہی ہے۔

دورِ حاضر کے سیرت نگار محمد الصادق ابراہیم عرجون، جو جامعہ ازہر مصر کے کلیۃ اصول الدین کے عمید رہے ہیں۔اپنی کتاب ''محمد رسول اللہ'' میں تحریر فرماتے ہیں۔

''کثیر التعداد ذرائع سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ بروز دوشنبہ بارہ ربیع الاول عام الفیل کسریٰ نوشیرواں کے عہد حکومت میں تولد ہوئے۔اور ان علماء کے نزدیک جو مختلف سمتوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں انہوں نے عیسوی تاریخ میں ۲۰ اگست ۵۷۰ء بیان ہے۔

(محمد رسول اللہ، جلد اول، صفحہ ۱۰۲)

ان کے علاوہ علامہ محمد رضا جو قاہرہ یونیورسٹی کی لائبریری کے امین تھے۔انہوں نے اپنی کتاب محمد رسول اللہ میں لکھا ہے۔

''حضور نبی کریم ﷺ سوموار کے دن فجر کے وقت ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بمطابق بیس اگست ۵۷۰عیسوی کو پیدا ہوئے، اہل مکہ سرکار دوعالم ﷺ کے مقام ولادت کی زیارت کے لئے اسی تاریخ کو جایا کرتے ہیں۔(محمد رسول اللہ، جلد دوم، صفحہ ۱۹)

طلوعِ آفتاب، مطلعِ نبوت ورسالت ﷺ

تحریر پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔ دوشنبہ کا دن تھا۔ اور صبح صادق کی ضیاء بار سہانی گھڑی تھی۔ رات کی بھیانک سیاہی چھٹ رہی تھی اور دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا۔ جب مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب کی جواں سال بیوہ بہو کے حسرت و یاس کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے سادہ سے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔

ایسا مولود مسعود تولد تھا جس کے من موہنے مکھڑے نے، صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں۔ اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف حضرت عبداللہ کا کلبۂ احزاں جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں۔ صرف جزیرہ عرب کا بخت خفتہ ہی بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت، جو صدیوں سے ہوا و ہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ظلم و ستم کے آہنی شکنجوں میں کسی ہوئی کراہ رہی تھی اس کو ہر قسم کی ذہنی، معاشی اور سیاسی غلامی سے رہائی کا مژدہ جان فزا ملا۔ فقط مکہ و حجاز کے خدا فراموش باشندے، خدا شناس اور خود شناس نہیں بنے بلکہ عرب و عجم کے ہر مکیں کے لئے میخانۂ معرفت کے دروازے کھول دیئے گئے اور سارے نوع انسانی کو دعوت دی گئی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور اس مئے طہور سے جتنے جام نوش جاں کرنے کی ہمت رکھتا ہے اٹھائے اور اپنے لبوں سے لگا لے۔ طیور خوش نوا زمزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ حال گلشن انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا۔ سربگریباں غنچے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انہیں جگانے والا آیا اور جگا کر انہیں شگفتہ پھول بنانے والا آیا، افسردہ کلیاں مسکرانے لگی تھیں کہ ان کے دامن کو رنگ و نکہت سے فردوس بداماں کرنے والا آیا، علم و آگہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوشِ صدف میں صدیوں سے بے مصرف پڑے تھے ان میں شوقِ نمود انگڑائیاں لینے لگا۔

ولادت سرور عالم ﷺ

ہم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے حالات میں آپ کی شادی خانہ آبادی کا ذکر خیر کر چکے ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جب اپنے بزرگوار سسر حضرت عبدالمطلب کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوئیں سرکار دو عالم ﷺ کا نور حضرت عبداللہ کی جبین سعادت سے منتقل ہو کر آپ کے شکم طاہر قرار پذیر ہوا۔ لیکن یہاں بھی اس نور پاک کی شان نرالی تھی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جوان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ میرے ایام ماہواری بند ہو گئے ہیں ایک روز میں خواب اور بیداری کے بین بین تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا: آمنہ! تجھے علم ہوا ہے کہ

تو حاملہ ہے۔ میں نے جواب نہیں دیا۔ پھر اس نے بتایا تم حاملہ ہو اور تیرے بطن میں اس اُمت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہوا ہے۔ اور جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا۔

(الوفاء ابن جوزی، جلد اول، صفحہ ۸۸)

فرماتی ہیں کہ حمل کے ایام بڑے آرام سے گزرے جب وقت پورا ہو گیا تو وہی فرشتہ جس نے مجھے پہلے خوشخبری دی تھی وہ آیا اس نے آ کر مجھے کہا۔

''یہ کہو کہ میں اللہ واحد سے اس کے لئے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں۔''

حضور ﷺ کی ولادت باسعادت سوموار کے روز بارہ ربیع الاول شریف کو ہوئی۔ بعض نے کہا ہے کہ ربیع الاول کی ۲ تاریخ تھی اور بعض نے کہا کہ ربیع الاول کی دس تاریخ تھی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس رات کو سرکار دوعالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ میں نے ایک نور دیکھا جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ میں ان کو دیکھ رہی تھی۔ دوسری روایت میں ہے جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک نور نکلا جس نے سارے گھر کو بقعہ نور بنا دیا۔ ہر طرف نور ہی نور نظر آتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ الشفا، جس کی قسمت میں حضور ﷺ کی دایہ بننے کی سعادت رقم تھی وہ کہتی ہیں کہ جب سیدہ آمنہ کے ہاں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضور کو میں نے اپنے دو ہاتھوں پر سہارا اور میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔

رَحِمَكِ رَبُّكِ تیرا رب تجھ پر رحم فرمائے، قالت الشفا، شفا کہتی ہے۔

''اس نور مجسم کے ظاہر ہونے سے میرے سامنے مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات کو دیکھا۔''

حضرت شفا کہتی ہیں جب میں لیٹ گئی تو اندھیرا چھا گیا اور مجھ پر رعب اور کپکپی طاری ہو گئی اور میرے دائیں جانب سے روشنی ہوئی تو میں نے کسی کہنے والے کو سنا وہ پوچھ رہا تھا۔

اَیْنَ ذَھَبْتَ بِہٖ تم اس بچے کو لے کہاں گئے تھے۔

جواب ملا: میں انہیں لے کر مغرب کی طرف گیا تھا۔

پھر وہی اندھیرا وہی رعب اور وہی لرزا مجھ پر لوٹ آیا پھر میری بائیں جانب سے روشنی ہوئی۔ میں نے سنا کوئی پوچھ رہا تھا تم اسے کدھر لے گئے تھے دوسرے نے جواب دیا۔

میں انہیں مشرق کی طرف لے گیا تھا۔ اب دوبارہ نہیں لے جاؤں گا۔ یہ بات میرے دل میں کھٹکتی رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول ﷺ کو مبعوث فرمایا اور میں ان لوگوں میں سے تھی جو سب سے پہلے حضور ﷺ پر ایمان لائے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ ﷺ زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھے تھے اور آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ کی ناف پہلے ہی کٹی ہوئی تھی۔ وہب بن زمعہ کی پھوپھی کہتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ نے حضرت عبدالمطلب کو اطلاع دینے کے لئے آدمی بھیجا جب وہ خوشخبری سنانے والا پہنچا اس وقت آپ حطیم میں اپنے بیٹوں اور اپنی قوم کے مردوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو آپ کی خوشی و مسرت کی حد نہ رہی۔ آپ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے

حضرت آمنہ نے ولادت کے وقت جو انوار وتجلیات دیکھی تھیں اور جو آوازیں سنی تھیں ان کے بارے میں عرض کی۔

عبدالمطلب حضور کو لے کر کعبہ شریف میں گئے وہاں کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعائیں کیں اور جو انعام اس نے فرمایا تھا اس کا شکریہ ادا کیا، ابن واقد کہتے ہیں کہ اس وقت حضرت عبدالمطلب کی زبان پر فی البدیہ یہ اشعار جاری ہوگئے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَعْطَانِی

هٰذَا الْغُلَامَ الطَّیِّبَ الْاَرْدَانِ

''سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے جس نے مجھے پاک آستینوں والا یہ بچہ عطا فرمایا۔''

قَدْ سَادَ فِی الْمَهْدِ عَلَی الْغِلْمَانِ

اُعِیْذُهٗ بِالْبَیْتِ ذِی الْاَرْكَانِ

''یہ اپنے پنگھوڑے میں سارے بچوں کا سردار ہے میں اسے بیت اللہ شریف کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

حَتّٰی اَرَاهُ بَالِغَ الْبُنْیَانِ

اُعِیْذُهٗ مِنْ شَرِّذِیْ شَنْاٰنِ

مِنْ حَاسِدٍ مُضْطِرِبِ الْعَیَانِ

''یہاں تک کہ میں اس کو طاقتور اور توانا دیکھوں میں اس کو ہر دشمن اور ہر حاسد۔ آنکھوں کے گھمانے والے کے شر سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں۔''

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پیدا ہوئے تو آپ مختون تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔ یہ معلوم کر کے آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو بڑا تعجب ہوا اور فرمایا: کہ میرے اس بچے کی بہت بڑی شان ہوگی۔

شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے طویل عمر پائی، ساٹھ سال آپ نے جہالت میں گزارے اور ساٹھ سال بحیثیت ایک سچے مومن کے آپ کو زندگی گزارنے کی مہلت دی گئی۔ آپ فرماتے ہیں:

میری عمر ابھی سات آٹھ سال تھی مجھ میں اتنی سمجھ بوجھ تھی کہ جو میں دیکھتا اور سنتا تھا وہ مجھے یاد رہتا تھا۔ ایک دن علی الصبح ایک اونچے ٹیلے پر یثرب میں ایک یہودی کو میں نے چیختے چلاتے ہوئے دیکھا وہ یہ اعلان کر رہا تھا۔

اے گروہ یہود سب میرے پاس اکٹھے ہو جاؤ۔ وہ اس کا اعلان سن کر بھاگتے ہوئے اس کے پاس جمع ہوگئے اور اس سے پوچھا بتاؤ کیا بات ہے۔

''اس نے کہا کہ وہ ستارہ طلوع ہوگیا ہے جس نے اس شب کو طلوع ہونا تھا جو بعض کتب قدیمہ کے مطابق احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ولادت کی رات ہے۔''

کعب احبار کہتے ہیں کہ میں نے تورات میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے وقت سے آگاہ کیا تھا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو وہ نشانی بتا دی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ وہ ستارہ جو تمہارے نزدیک فلاں نام سے مشہور ہے جب اپنی جگہ سے حرکت کرے گا تو وہ وقت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ہوگا اور یہ بات بنی اسرائیل میں ایسی عام تھی کہ علماء ایک دوسرے کو بتاتے تھے اور اپنی آنے والی نسل کو اس سے خبردار کرتے تھے۔

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان، جلد اول صفحہ ۴۸)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے آپ ان لوگوں سے روایت کرتی ہیں جو ولادت باسعادت کے وقت موجود تھے۔ آپ نے کہا:

مکہ میں ایک یہودی سکونت پذیر تھا جب وہ رات آئی جس میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو اس یہودی نے قریش کی ایک محفل میں جا کر پوچھا کہ اے قریش! کیا آج رات تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے قوم نے اپنی بے خبری کا اظہار کیا اس یہودی نے کہا کہ میری بات خوب یاد کرلو اس رات اس آخری اُمت کا نبی پیدا ہوا ہے اور اے قریشیو! وہ تمہارے قبیلہ میں سے ہوگا اور اس کے کندھے پر ایک جگہ بالوں کا گچھا ہوگا لوگ یہ بات سن کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے ہر شخص نے اپنے گھر والوں سے پوچھا انہیں بتایا گیا کہ آج رات عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کو محمد کے بابرکت نام سے موسوم کیا گیا ہے۔لوگوں نے یہودی کو آ کر بتایا اس نے کہا مجھے لے چلو اور مجھے وہ مولود دکھاؤ چنانچہ وہ اسے لے کر حضرت آمنہ کے گھر آئے انہوں نے حضرت آمنہ کو کہا کہ ہمیں اپنا فرزند دکھاؤ۔ وہ بچے کو اٹھا کر ان کے پاس لے آئیں انہوں نے اس بچے کی پشت سے کپڑا ہٹایا وہ یہودی بالوں کے اس گچھے کو دیکھ کر غش کھا کر گر پڑا جب اسے ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تھا تو اس نے بصد حسرت کہا کہ بنی اسرائیل سے نبوت ختم ہو گئی۔ اے قبیلہ قریش! تم خوشیاں مناؤ اس مولود مسعود کی برکت سے مشرق و مغرب میں تمہاری عظمت کا ڈنکا بجے گا۔

(السیرۃ النبویہ، احمد بن زینی دحلان، جلد اول صفحہ ۴۸)

اس قسم کی بے شمار روایات ہیں جن میں علماء اہل کتاب نے نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبریاں دی ہیں۔

حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں:

میں اس رات کعبہ میں تھا۔ میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی اپنی جگہ سے سر بسجود سر کے بل گر پڑے ہیں اور دیوار کعبہ سے یہ آواز آ رہی ہے۔

''مصطفیٰ اور مختار پیدا ہوا۔ اس کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے۔ اور کعبہ بتوں کی عبادت سے پاک ہوگا اور وہ اللہ کی عبادت کا حکم دے گا جو حقیقی بادشاہ اور سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (اقتباس از ضیاء النبی)

اقوال زریں

☆......جو اپنے آپ کو پہچانے تو بھی اس کو پہچان۔

☆......عقل مند آدمی تب تک نہیں بولتا جب تک خاموشی نہیں ہو جاتی۔

☆......اگر روزی عقل سے حاصل کی جاتی تو تمام بے وقوف بھوکے مر جاتے۔

☆......وہ آدمی سچ مچ کا عقل مند ہے جو غصے میں بھی بری بات منہ سے نہیں نکالتا۔

☆......جس کا لباس پاک اور عادت ناپاک ہے اُس کیلئے جہنم کے دروازے کیلئے چابی کی ضرورت نہیں۔

☆......تیرے سب سے بڑے دشمن تیرے بُرے ہم نشین ہیں۔

☆......غیر ضروری بات کا جواب دینے سے بھی زبان کو بند رکھ یہاں تک کہ تو خود کوئی فضول بات کرے گا۔

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

از: ریاض حسین چوہدری

۱۲ ربیع الاول کا دن تاریخ کائنات کا سب سے عظیم دن ہے۔ یہ دن خالق کائنات کے سب سے عظیم بندے اور محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کا دن ہے......شب میلاد کتاب ارتقاء کا دیباچہ ہے......صناع ازل نے آقائے محتشم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرِ اقدس پر تاج لولاک سجایا...... پرچم شفاعت عطا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قبائے رحمت سے نوازا اور نبی معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتمیت کے خلعت فاخرہ سے سرفراز فرمایا۔

محبوب اس آئینہ خانے کے ہر عکس کو وجود تیرے ہی وجودِ مسعود کے تصدق میں ملا ہے۔ تجھے پیدا کرنا مقصود نہ ہوتا تو نہ چاند ہوتا نہ ستارے......نہ زمین ہوتی نہ آسمان...... دامنِ ارض وسماوات میں جو کچھ ہے محبوب وہ تیرے قدموں کی خیرات ہے......حضور آپ آ گئے تو گلشن ہستی میں بہار آ گئی......بنجر زمینوں کی تشنگی کا مداوا ہوا اور شاخِ آرزو پر کلیاں مسکرانے لگیں......حضور آئے تو کرہ ارض پر عدل کا نفاذ ہوا......حقوق انسانی بحال ہوئے......آداب زندگی ترتیب دیئے گئے......انسان کی خود ساختہ خدائی کا خاتمہ ہوا......ظلمت شب نے رختِ سفر باندھا اور دخترِ حوا کے پیروں کی زنجیریں کٹیں......حضور آئے تو افقِ عالم پر امنِ دائمی کی بشارتیں تحریر ہوئیں......وسائل قدرت پر شخصی اجارہ داریوں کے قفل ٹوٹے......آمریت کی تدفین عمل میں آئی اور قدم قدم پر جمہوری شعور کی آب یاری کا اہتمام ہونے لگا......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو استحصال کی ہر شکل پر ضرب کاری پڑی......ریاستی دہشت گردی کو رزق زمین میں بنا دیا گیا......خوف خدا سے جبینیں منور ہوئیں...... ذہنوں میں تعمیر ہونے والے عقوبت خانے مسمار ہوئے......فتنہ وشر کے مراکز ہمیشہ کے لئے بند کر دیئے گئے......فرعونیت اور غروریت کو اپنے ہی ملبے تلے دفن ہونا پڑا......ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کے قتل کے برابر ٹھہرایا گیا......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو معبودانِ باطلہ کی پرستش کا دور اختتام پذیر ہوا......تو ہم پرستی کو ذہن انسانی سے کھرچ ڈالا گیا......فکر ونظر کو خدائے وحدہ لاشریک کی بندگی کے شعور سے ہم کنار کیا گیا اور ہر طرف پرچم توحید لہرانے لگے......حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو شرافت کا بول بالا ہوا......غرور وتکبر کی مشعل ہمیشہ کیلئے بجھا دی گئی......قانون کی حکمرانی کو یقینی بنایا گیا......اور جبرِ مسلسل کی آہنی دیوار کو نیست ونابود کر دیا گیا......

حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو انفرادی اور اجتماعی سطح پر خود احتسابی کا عمل معمولات روز وشب کا عنوان بنا......نسلی تفاخر کا طلسم ٹوٹا......رنگ ونسل کے بت پاش پاش ہوئے......اللہ کا دین تمام ادیانِ باطلہ پر غالب آ کر رہا اور اخلاقی قدروں پر مشتمل نیو ورلڈ آرڈر مرتب ہوا......حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے...... آتش کدہ فارس بجھ گیا...... پیغمبر انقلاب صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہر شعبہ زندگی میں انقلاب آفرین تبدیلیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوئی۔

اِک نئے دور کا آغاز تھا آنا اس کا
اب زمانوں کی حدوں تک ہے زمانہ اس کا

رسول اللہ ﷺ کی نظر میں

ازواج مطہرات کی قدر و منزلت

تحریر: محمد فتح اللہ گولن

رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو جو مقام دیا تاریخ میں اس کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔ اگر آپ ﷺ کسی رات کسی ایک زوجہ محترمہ کے پاس اس کی خیریت دریافت کرنے کے لئے تشریف لے جاتے تو دوسری ازواج مطہرات کے پاس بھی جاتے۔ آپ ﷺ رہن سہن میں ازواجِ مطہرات کے ساتھ ایک جیسا برتاؤ فرماتے۔ آپ ﷺ کی بے مثال مروت کا ہی نتیجہ تھا کہ ازواج مطہرات میں سے ہر ایک اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے سب سے زیادہ قریب سمجھتی تھی۔

جو چیز انسان کے بس میں نہ ہو وہ اس کے کرنے کا مکلّف بھی نہیں ہوتا۔ چونکہ انسان اپنے دلی جذبات کے بارے میں بے بس ہوتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ اپنی ازواج مطہرات کے درمیان باریاں مقرر کر کے برابری کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہوئے فرماتے:

''یا اللہ جو برابری میرے بس میں تھی وہ میں نے کر دی اور جس بات پر آپ قادر ہیں لیکن میں قادر نہیں اس پر مجھے ملامت نہ کیجئے۔''

یہ کس قدر لطف و کرم، نرم مزاجی اور اعلیٰ ظرفی ہے! کیا آپ لوگ اپنی اولاد کے ساتھ برتاؤ میں اتنی باریکیوں کا خیال رکھتے ہیں؟ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کی طرف سے اس سوال کا جواب نفی میں دوں، بلکہ اس کا جواب ہزار بار نفی میں ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر ہم اپنے جذبات کے اظہار پر قابو پالیں تو اسے باعث فخر اور قوت ارادی کے مضبوط ہونے کی نشانی خیال کرتے ہیں اور بعض اوقات بڑے فخر سے اس کا اظہار بھی کرتے ہیں لیکن رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کی طرف کچھ زیادہ قلبی میلان ہونے کے احتمال پر بھی اپنے پروردگار سے معافی مانگ رہے ہیں۔

آپ ﷺ کی نرم دلی اور آداب کی رعایت ازواج مطہرات کے دلوں میں سرایت کر چکی تھی۔ آپ ﷺ کی جدائی سے ان کے قلب و وجدان پر کبھی نہ مندمل ہونے والا زخم لگا اگر اسلام میں خودکشی حرام نہ ہوتی تو شاید وہ اس کے لئے بھی تیار ہو جاتیں۔ آپ کی مفارقت کے بعد دنیا ان کے لئے غم کدہ اور اجنبی بن گئی۔

درحقیقت آپ ﷺ تمام عورتوں کے حق میں باوقار اور نرم مزاج تھے اور دوسروں کو بھی یہی طرزِ عمل اپنانے کا حکم فرماتے۔ آپ ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ اس رویے کو عملاً اپنا کر دکھایا، جس کی مثال درج ذیل واقعہ ہے۔ جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے محمد بن سعد عن ابیہ سعد بن ابی وقاص کی سند سے نقل کیا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

ایک مرتبہ چند عورتیں رسول اللہ ﷺ سے بلند آواز میں بہت

زیادہ باتیں پوچھ رہی تھیں کہ اسی اثنا میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجلس میں حاضری کی اجازت چاہی۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر تمام عورتوں نے جلدی سے پردہ کرلیا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حاضری کی اجازت دی تو وہ اندر داخل ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے ہوئے پایا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دریافت فرمایا کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! اللہ تعالیٰ آپ کو ہنستا رکھے، آپ کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''مجھے ان عورتوں پر حیرت ہے، جو تمہاری آواز سن کر فوراً پردے میں چلی گئی ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ''آپ اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے۔'' پھر وہ عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور ان سے کہا:

''اے اپنی جان کی دشمنو! کیا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟ اس پر ان عورتوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا: ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ سخت مزاج ہیں۔''

حقیقت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سخت گیر یا درشت مزاج نہ تھے، بلکہ وہ عورتوں کے ساتھ نرم مزاجی سے پیش آتے تھے لیکن جس طرح اگر حسین ترین شخص کا موازنہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا جائے تو وہ بدصورت دکھائی دے گا، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نرم مزاجی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری اور نرم مزاجی کے مقابلے میں درشت مزاجی محسوس ہوتی ہے۔چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی کا موازنہ نہیں کیا جاسکتا، اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی حقیقی نہ تھی بلکہ اضافی تھی۔چونکہ ازواجِ مطہرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی عادی ہو چکی تھیں، اس لئے انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اخلاق میں سختی دکھائی دی، باوجود اس کے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مستقبل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت کے اہل بننے والے تھے اور جب انہوں نے عملاً خلافت کا کام سنبھالا تو انبیائے کرام کے بعد سب سے بہتر اسوہ پیش کیا، کیونکہ حق اور انصاف کی جستجو آپ کی فطرت میں ودیعت تھی اور آپ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والی شمشیر براں تھے۔ان کی اسی مخصوص مزاج نے انہیں منصب خلافت کا اہل بنایا۔بعض لوگ اسے سختی خیال کرتے ہیں، لیکن درحقیقت یہی مخصوص مزاج امورِ خلافت کو کامیابی کے ساتھ سرانجام دینے میں آپ کا ممد و معاون ثابت ہوا۔(نور سرمدی سے اقتباس)

معلومات کا خزانہ

☆......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک واقعہ معراج کے وقت 51 سال 9 ماہ تھی۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت خدیجہ کے ساتھ نکاح کا خطبہ حضرت ابوطالب نے پڑھایا تھا۔

☆......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج اور چار عمرے کئے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری والی اونٹنی کا نام قصوی تھا۔

☆......حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت مدینہ منورہ میں دس مساجد تھیں۔

☆......رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں سے مکہ معظمہ میں 53 سال اور مدینہ منورہ میں 10 سال گزارے تھے۔

محسنِ انسانیت ﷺ

تحریر ڈاکٹر نبیلہ فاروقی

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو مختلف خوبیوں سے نوازا ہے مثلاً اگر کسی شخص کو حسن دیا ہے تو اسے دولت نہیں دی۔ اگر دولت دی ہے تو اولاد نہیں دی۔ خوبیاں انسانوں میں ضرور پائی جاتی ہیں لیکن کسی میں تمام خوبیاں اکٹھی نہیں ہوتی ہیں۔ اگر ایک چیز میں دوسری کئی چیزوں کی خوبیاں اور صفات پائی جائیں تو وہ چیز ان تمام صفات کی جامع کہلاتی ہے۔

اسی طرح اگر کسی شخص میں دوسرے کئی اشخاص کی خوبیاں اور صفات موجود ہوں تو وہ شخص ان تمام اشخاص کا ''جامع صفات'' کہلاتا ہے۔

آج تک دنیا میں کوئی شخص بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جو تمام خوبیوں کا جامع ہو یا جو صفت جامعیت کی حامل ہو یہ صرف اور صرف ہمارے پیارے نبی ﷺ کی ذات ہے جو اخلاق و سیرت کے اعتبار سے وہ منور آفتاب ہے جس میں ہر خوبی کی جھلک اور ہر حسن کا رنگ ہے۔ اس رنگا رنگی کا نام جمعیت ہے۔ آپ جامع اوصاف اور تمام اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ تھے۔ آپ قدرت کا عظیم شاہکار تھے۔ نہ کوئی پہلے آپ جیسا ہوا اور نہ بعد میں آپ جیسا ہوگا۔

پیغمبر وہ ہستیاں ہیں جن میں سب سے زیادہ خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ اگر تمام پیغمبروں کی خوبیاں اکٹھی کی جائیں تو وہ آپ کی ذات میں موجود نظر آئیں گی۔ آپ ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح نرم خو، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح پر جوش، حضرت یحییٰ علیہ السلام کی طرح اندازِ تبلیغ کے مالک تھے۔ آپ ﷺ حضرت ایوب علیہ السلام کی طرح صابر تھے۔ غرض شاعر کے نزدیک یوں کہنا ہے کہ: ؎

حسن یوسف، دمِ عیسیٰ، یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

یہ خدا کا احسان ہے کہ اس نے انسان کی عظمت کو حدِ نظر رکھتے ہوئے کسی انسان کو محبوب چنا اور اسے نبوت عطا کر کے تمام انسانیت پر احسان کیا۔ شاعر نے انسان کی عظمت باور کراتے ہوئے کہا ہے کہ

ع تری عظمت کا باعث ہے محمدؐ کا بشر ہونا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا تو نبی ﷺ کی ذات اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ یعنی بشریت وہ پہلا احسان ہے جس کی بدولت انسانیت عظیم ہوگئی جسے برقرار رکھنا ضروری ہے۔ ایک انسان کو پیغمبر بنانے کی ایک واضح دلیل خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ:

''اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ اگر زمین میں فرشتے چلتے پھرتے موجود ہوتے تو ہم یقیناً کسی فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

گویا نبی اکرم ﷺ کی ذات انسانیت پر احسان ہے اور یہ احسان ہماری زندگیوں پر اتنا گہرا اثر ڈالتا ہے کہ تاریکی سے روشنی، گرمائش سے خنکی کا سفر طے کر لینے کے قابل بنا دیا۔

آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے سرزمین عرب جہالت کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں ڈوبی ہوئی تھی۔تہذیب وشائستگی کا نام ونشان نہ تھا۔غرض انسانیت ان تپتے صحراؤں کے ریت کے ٹیلوں کے نیچے قید ہوگئی تھی۔ جہالت کے ریتلے طوفان انسان کے جسم سے لپٹ گئے اور روح میں سرایت کر گئے تھے۔کوئی انہیں بیدار کرنے والا نہیں تھا،کوئی ضمیر جھنجھوڑنے کے قابل نہ تھا۔غرض ایسی پراسرار اور غافل فضا میں سانس لیا جاتا تھا۔کسی کی عزت وآبرو محفوظ نہ تھی۔ باپ بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔نہ ماں کی پہچان تھی نہ بیٹی کا مقام،نہ بیوی کی عزت اور نہ ہی بہو کی لاج رکھی جاتی تھی۔انسانی خون پانی سے بھی زیادہ سستا تھا۔شرک اور بت پرستی عروج پر تھی۔ خانہ کعبہ کے گرد برہنہ ہوکر طواف کرنا کوئی عیب کی بات نہیں تھی۔

مختصر یہ کہ جہالت اپنے تمام تر لوازمات کے ساتھ سایہ فگن تھی۔ایسے دور میں انسانیت کے پھلنے پھولنے اور پنپنے کی کوئی امید نہ تھی۔

ایسے مایوس کن حالات میں ۲۰ راپریل ۵۷۱ء بمطابق ۱۲ ربیع الاول عام الفیل اللہ رب العزت نے انسانیت کی فلاح وبہبود کے لئے ایک ہستی پیدا فرمائی،جس کا اسم گرامی حضرت محمد ﷺ تھا۔شاعر نے نہایت خوب صورت الفاظ میں نبی ﷺ کی آمد کا ذکر کیا ہے:

یہ کس کی جستجو میں مہر عالم تاب پھرتا تھا
ازل کے روز سے بے تاب تھا بے خواب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں
زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں
یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی
زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی
مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاکؐ ہونا تھا

حضور ﷺ کا سلسلہ نسب حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ سے منسلک ہوتا ہے۔جو حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ کے فرزند تھے۔آپ ﷺ کا تعلق عرب کے معزز ترین قبیلے قریش سے تھا۔ آپ ﷺ کے والد کا نام عبداللہ اور والدہ ماجدہ کا نام حضرت آمنہ تھا جو مدینے کے نہایت معزز خاندان کی عورت تھیں۔نبی اکرم ﷺ کے دادا کا نام عبدالمطلب تھا۔آپ ﷺ کے والد آپ کی پیدائش سے پہلے وفات پا گئے تھے۔دادا نے اس نومولود بچے کا نام محمد رکھا جس کے معنی ہیں''تعریف کیا گیا''دادا نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا یہ بیٹا بڑا ہوکر دنیا کا بہت بڑا آدمی بنے اور ساری دنیا میں اس کی عزت اور تعریف کی جائے۔ والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کا نام احمد رکھا جس کے معنی ہیں''سب سے زیادہ تعریف کرنے والا۔''

حضرت محمد ﷺ کی ولادت سے پچاس روز قبل اللہ تعالیٰ نے معجزاتی طور پر خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے ابرہہ کی بڑی فوج اور ہاتھیوں کو ابابیلوں کے ذریعے عبرتناک شکست دی تھی۔اسی واقعہ کی نسبت سے اسے''عام الفیل''کہا جاتا ہے۔

پیدائش کے بعد مکے کے رواج کے مطابق آپ ﷺ کو ایک گاؤں میں بھیج دیا گیا۔آپ ﷺ کی دایہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا تھیں۔آپ ﷺ کی وجہ سے ان کا گھر خیر وبرکت سے بھر گیا۔آپ ﷺ چار پانچ برس تک وہاں رہے اور آپ کی صحبت بہت عمدہ ہوگئی۔جب آپ چھ برس کے ہوئے تو آپ کی والدہ انتقال کر گئیں اور دادا نے سرپرستی سنبھالی۔جب آپ ﷺ کی عمر آٹھ سال ہوئی تو دادا بھی وفات پا گئے۔دادا حضرت عبدالمطلب

اپنی وفات سے پہلے آپ کے چچا ابوطالب کے سپرد کر گئے۔ وہ اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر آپ ﷺ کی خبر گیری کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا بچپن نہایت پاکیزہ اور صاف ستھرا تھا۔ کبھی بے ہودہ کھیل کود اور تماشوں میں حصہ نہیں لیتے تھے۔

آپ ﷺ کی جوانی بھی بچپن کی طرح پاکیزہ تھی۔ آپ ﷺ تماشوں اور میلوں وغیرہ سے دور رہتے تھے۔ البتہ نیزہ بازی، شمشیر زنی، گھڑ سواری، جیسے مفید اور مجاہدانہ کھیلوں میں حصہ لیتے۔ بے کسوں کی مدد کرنا اور دوسروں کے کام آنا آپ ﷺ کا بچپن سے شیوہ تھا۔ آپ ﷺ صداقت و امانت داری کی وجہ سے پورے مکے میں ''صادق و امین'' کے لقب سے مشہور تھے۔ آپ ﷺ نے چچا کے ساتھ مل کر ملک شام کا سفر کیا۔ خانہ کعبہ دوبارہ تعمیر ہوا تو حجر اسود نصب کرنے کے موقع پر قبائل میں لڑائی کی نوبت آ گئی لیکن آپ ﷺ نے ایسی دوراندیشی سے یہ معاملہ سلجھایا کہ لوگ عش عش کر اُٹھے۔

دورِ شباب سے باہر قدم نکالتے ہی عرب کا طرزِ معاش اپنایا اور تجارت شروع کر دی۔ مکے کی ایک مالدار بیوہ خاتون حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وسیع کاروبار تھا۔ وہ اپنا مال مختلف علاقوں میں بھیجا کرتی تھیں اور طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ انہوں نے آپ ﷺ کی صداقت و امانت داری کے بارے میں سن رکھا تھا اور اس کی خواہش کی کہ آپ ﷺ ان کا مال دوسرے ملکوں میں جا کر بیچ آیا کریں اور وہ آپ ﷺ کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ رقم دیں گی۔ آپ ﷺ نے پیشکش قبول کی اور مال لے کر شام کی طرف گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہ نے واپسی پر حضور ﷺ کی اتنی تعریف کی کہ آپ ﷺ کی گرویدہ ہو گئیں اور آپ ﷺ کو شادی کا پیغام بھیجا۔ آپ ﷺ نے یہ پیغام قبول فرمایا اور چچا ابوطالب نے آپ ﷺ کا نکاح پڑھوایا۔ اسی طرح ۲۵ برس کی عمر میں آپ ﷺ نے ۴۰ سال کی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا جنہوں نے نبی ﷺ کو سارے مال کا مختار بنا دیا کہ جس طرح چاہیں استعمال کریں۔

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کے بعد آپ ﷺ مالی اعتبار سے بے فکر ہو گئے۔ غور و فکر اور سوچ بچار کی عادت شروع سے تھی۔ لہٰذا مکے سے کچھ فاصلے پر غارِ حرا کا انتخاب کیا اور اکثر ستو، کھجوریں اور پانی وغیرہ لے جاتے اور گھنٹوں بیٹھ کر غور و فکر اور ضبط نفس میں مصروف رہتے۔ چالیس سال کی عمر میں حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا کی وحی لے کر حاضر ہوئے۔ نبی ﷺ نے کہا کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا مگر پھر ان کے کہنے پر سورہ علق کی پہلی پانچ آیات پڑھیں۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ o

آپ ﷺ گھبراہٹ کے عالم میں گھر پہنچے بیوی سے کہا کہ کمبل اوڑھ دو۔ طبیعت سنبھلی تو سارا ماجرہ بیوی کو سنایا۔ آپ رضی اللہ عنہا انہیں چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں اور انہوں نے بھی تصدیق کی تھی کہ یہ وہی فرشتہ تھا جو موسیٰ علیہ السلام پر آیات لے کر آتا تھا گویا خدا تعالیٰ نے آپ ﷺ کو نبوت عطا کی تھی۔

آپ ﷺ نے اب اللہ کا پیغام بتدریج لوگوں تک پہنچانا شروع کیا۔ آپ ﷺ نے مشرکین مکہ کو تعلیم دی کہ وہ خدائے واحد کی عبادت کریں اور بتوں کی پوجا اور دوسرے بُرے طور طریقے چھوڑ دیں۔ اس پر وہ لوگ مخالفت پر اُتر آئے حالانکہ جب انسانیت ظلم و ستم اور فسق و فجور کے ساتھ اندھیروں میں گم ہو کر رہ گئی تھی تو اس

وقت اللہ تعالیٰ کی پاک ذات نے نبی اکرم ﷺ کی پیاری ہستی کورحمت بنا کر بھیجا۔

اس بات کی شہادت خود خداوند باری تعالیٰ نے قرآن مجید میں دی ہے اور فرمایا ہے کہ:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

''اور ہم نے آپ ﷺ کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔''

اور رحمت نازل کرنے کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ انسان اپنے اعمال پر ایک شرمندہ نظر ڈالے اور خدا کے سامنے سجدہ ریز ہو کر توبہ کرے۔

مگر مکہ کے لوگوں کے لئے ابھی اس رحمت کو قبول کرنا مشکل تھا۔ چند لوگوں کے سوا کوئی بھی دائرہ اسلام میں داخل نہ ہوا اور یہ نبوت کے ابتدائی سال نہایت تکلیف کے عالم میں گزرے۔

خدا پر ایمان لانے والوں میں سب سے پہلے دوست حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کم سن چچا زاد حضرت علی رضی اللہ عنہ، عورتوں میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور غلاموں میں حضرت زید رضی اللہ عنہ بن حارثہ شامل تھے۔ یوں اس مختصر سے گروہ کے ساتھ اسلام کی تبلیغ کا آغاز ہوا۔

یوں کہنا غلط نہ ہوگا کہ نبوت ملنے کے بعد نہایت مختصر عرصے میں نبی اکرم ﷺ نے عرب سے جہالت کا خاتمہ کیا اور محسن ہونے کے کئی ثبوت پیش کئے۔ نبی ﷺ خدا کے محبوب ہیں اور محبوب کے انسانیت پر کئی احسانات ہیں۔ جن کا بدلہ نہایت عمدہ ہے یعنی نبی ﷺ پر درود وسلام بھیج کر ہم نبی ﷺ کے احسانات کا بوجھ اتار سکتے ہیں جس طرح خدا تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے:

''اے لوگو! نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجو جس طرح اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود وسلام بھیجتے ہیں۔''

نبی ﷺ کا پہلا احسان وہ محاسن اخلاق ہیں جن کی بدولت عرب سارا کا سارا اسلام کی روشنی سے منور ہو گیا۔ نبی ﷺ پر جھوٹے الزام لگے۔ تہمت باندھی گئی۔ طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں لیکن محمد ﷺ نے ہمیشہ مثبت رویہ اپنایا اور دشمنوں کو بھی کبھی بددعا نہ دی۔ تاریخ میں ایسے کتنے ہی واقعات رقم ہیں جن میں نبی ﷺ کی ذات نے مشفقانہ رویہ اپنا کر دشمن کو زیر کر لیا۔

طائف کے سفر میں نادان لڑکے پتھر پھینکیں یا مکے کی گلی سے گزرتے ہوئے کوئی کوڑا کرکٹ پھینکے نبی ﷺ نے کبھی بددعا نہ دی۔ کبھی سخت کلامی سے تنبیہ نہیں کی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب نبی کے حسنِ اخلاق سے متاثر ہوتے اور دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ رفتہ رفتہ اسلام کا دائرہ بڑھتا گیا اور پھر عرب کا نقشہ ہی بدل گیا۔ بقول مولانا حالی: ؎

عرب جس پہ قرنوں سے تھا جہل چھایا
پلٹ دی بس اک آن میں اس کی کایا

نبی ﷺ کا یہ اخلاق تمام مسلمانوں کے لئے ایک قیمتی متاع ہے۔ جس کا ذکر خود قرآن کرتا ہے۔ روایت ہے کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ:

''نبی ﷺ کے اخلاق کیسے ہیں؟''

تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

''کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ جو کچھ قرآن میں ہے وہ نبی ﷺ کے اخلاق ہیں۔''

آپ ﷺ کی سیرت اخلاق کے مطالعے سے معلوم ہوا کہ یہی مومن کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ ایک دفعہ نبی ﷺ نے خود اپنی زبان پکڑ کر فرمایا کہ:

" تیری وجہ سے بہت سے لوگ جنت میں جائیں گے(یعنی ان کے اخلاق اچھے ہوں گے)اور تیری وجہ سے بہت سے لوگ جہنم میں جائیں گے۔یعنی ان کے اخلاق بُرے ہوں گے)"

نبی اکرم ﷺ نے انسانیت پر بہت بڑا احسان کیا ہے کہ اسے محبت، عشق وجنوں اور دیوانگی کی منزل مقصود تک پہنچایا، نبی ﷺ سے محبت ہر مسلمان کرتا ہے ان میں سے شاید چند لوگ عشق کی منزل پا بھی لیتے ہیں لیکن جنون ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا ہے۔

یہ نبی کا عشق تھا جس کی بدولت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی صفیں بندھی تھیں۔یہ نبی ﷺ کا عشق تھا کہ انہی صحابہ میں سے خلفائے راشدین سامنے آئے اور نبی ﷺ کی تعلیمات کو نافذ کیا اور یہ حال تھا کہ ان تعلیمات کو ایسا مقام ملا کہ اس آسمان کی نیلی چھت کے نیچے دنیا نے اتنی پاکباز جماعت نہ دیکھی تھی نہ سنی ہوگی۔

انہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آگے کی نسلیں نبی ﷺ کے عشق میں سرشار رہتی تھیں اور وہ لوگ صوفیا اور اولیائے کرام کا درجہ حاصل کرنے لگے۔

گویا نبی ﷺ کی سیرت اتنی جامع تھی کہ چودہ سو سال قبل آنے والا ایک رسول ﷺ آج بھی لوگوں کے دلوں میں موجود ہے۔ان کے متعلق علامہ اقبال نے ٹھیک کہا تھا کہ: ۔

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرا نشیں کیا تھے
جہانگیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

....

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب
گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالم آب وخاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکت سنجر وسلیم تیرے جلال کی نمود
فقر جنید و بایزید ترا جمال بے نقاب
شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب

رسولِ اکرم ﷺ کی بعثت اور کتاب ہدایت ،قرآن کریم کا نزول اللہ تعالیٰ کے انسانیت پر سب سے عظیم احسانات ہیں اور نبی ﷺ کا احسان یہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب کو ہم تک ٹھیک انداز میں پہنچایا کہ کوئی شک و شبہ نہ رہے ۔پوری اسلامی تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ قرآن اللہ کا اپنے بندوں کے نام ابدی فرمان اور عہد و پیمان ہے۔اس کی اتباع اور پیروی اللہ کی اتباع اور تابع داری ہے اوراس کی ہدایات وتعلیمات اوراس کے پیغام ہدایت وبصیرت سے اغراض وانحراف اللہ سے بغاوت اور سرکشی ہے۔یہی وہ حقیقت ہے جس کی ترجمانی کرتے ہوئے شاعر مشرق کہتے ہیں کہ ۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اورتم خوار ہوئے تارکِ قرآن ہو کر

نبی کا ایک احسان سب احسانوں پر بھاری ہے اور وہ یہ ہے کہ نبی ﷺ کی ذات ہماری منزلِ مقصود کے لئے سیڑھی کا کام کرتی ہے۔یعنی خدا کا قرب حاصل کرنے کے لئے نبی ﷺ کی پیروی کرنا بہت ضروری ہے ۔اس کے بارے میں خدا تعالیٰ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ:

" اے نبی ﷺ کہہ دیجیے اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔"

یعنی محمد ﷺ کی اتباع کرکے، ان کی غلامی میں زندگی بسر کرکے انسان خدا تعالیٰ کی محبت، شفقت و مہربانی حاصل کر سکتے

ہیں اور یہی وجہ ہے کہ نبی ﷺ نے ہمیں ہدایت کا راستہ دکھایا تا کہ ہم خدا کی قربت حاصل کر سکیں۔

نبی اکرم ﷺ کے ارشادات، اعمال اور احکامات پوری انسانیت کے لئے نہایت اہمیت کے حامل ہیں۔گویا نبی ﷺ کی ذات ہر مسلمان کے لئے بہترین نمونہ ہے۔بقول شاعر:

ہر آنکھ کو بینائی محمدؐ سے ملی ہے
ہر شے کو توانائی محمدؐ سے ملی ہے
ہر پھول کی قسمت ہے محمدؐ سے معطر
ہر باغ کو رعنائی محمدؐ سے ملی ہے

غرض نبی ﷺ کی ذاتِ مبارک اوران کی حیات طیبہ ہر احسن کام کے لئے کار آمد ہے۔نبی پر قرآن مجید کا نزول، واقعہ معراج غرض ہر وہ واقعہ جو آپ ﷺ سے منسلک ہے وہ صرف محمد ﷺ کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔

نبی ﷺ کی ذات کا کرشمہ تھا کہ ہجرت کے بعد انہوں نے مہاجرین وانصار کو اس طرح باہم ملایا جیسے برسوں کے بچھڑے بھائی آپس میں ملتے ہیں ہر کوئی اپنی جان و مال ایک دوسرے کے لئے قربان کرنے کے لئے تیار تھا۔

نبی ﷺ کے تمام افعال سنت نبوی ﷺ ہے۔جنہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا اور بیش بہا احادیث کے مجموعے تیار کیے تا کہ اُمت کی اگلی نسلیں بھی ان تعلیمات سے مستفید ہو سکیں۔

آپ ﷺ نے عورتوں کو ان کا اصل مقام دلوایا۔اسلام کی آمد سے پہلے عورتوں کے کوئی حقوق نہ تھے لیکن آپ ﷺ نے انہیں اہمیت دی ان کے مذہبی، ثقافتی، معاشی ومعاشرتی حقوق مقرر کیے اور یہی وجہ تھی کہ ماں کو اعلیٰ مقام حاصل ہوا اور فرمایا کہ:

''ماں کے قدموں تلے جنت ہے۔''

غرض نبی ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی مسلمانوں اور انسانیت کے لئے کافی ہے۔وہ جو پوری کائنات کا محور ہے جو وجہ باعثِ تخلیق کائنات ہے۔جس سے ظلمتوں کے اندھیرے چھٹ گئے۔جس نے عالم کو اسلام کی روشنی سے منور کیا۔جس نے اپنے اشکوں سے دین کی کھیتی کو سیراب کیا۔جس نے طویل سجدوں سے اپنی امت کی بھلائی کی درخواست کی وہ ختم الرسل، خاتم الانبیاء، وہ نورِ مجسم، مصطفیٰ ومجتبیٰ صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ کی ذات ہے جو اس دنیا کے قیام تک ہر مسلمان کے دل ودماغ میں زندہ وتابندہ رہے گا۔گویا اس تمام گفتگو کا حاصل علامہ اقبال کا یہ کلام ہے کہ:

وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغ وادی سینا
نگاہِ عشق ومستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں، وہی یٰسین ،وہی طٰہٰ

باہمی شفقت اور ہمدردی:

مومنوں کی مثال ایک دوسرے کے ساتھ محبت کرنے میں، ایک دوسرے پر رحم کرنے میں اور ایک دوسرے کے ساتھ شفقت ونرمی کرنے میں ایک جسم کی طرح ہے۔جب اس کا ایک حصہ یا عضو درد کرتا ہے تو باقی سارا جسم بھی اس کی وجہ سے بیماری اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔(صحیح مسلم:2586)

بیٹیوں سے حسنِ سلوک کی فضیلت:

جس نے دو بچیوں کی تربیت اور پرورش کی حتیٰ کہ وہ بلوغت کو پہنچ گئیں، قیامت کے دن وہ میرے ساتھ (اس طرح قریب) ہوگا آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

(صحیح مسلم:2631)

انمول باتیں

قرآن و حدیث کی روشنی میں

انتخاب: کاشف محمود

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام محمد اور والد کا نام اسماعیل تھا، آپ بخارا کے رہنے والے تھے، آپ کی پیدائش اسی شہر میں ۱۳ شعبان ۱۹۴ھ میں بعد نماز جمعہ ہوئی۔ بچپن ہی میں آپ کے شفیق باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور تعلیم و تربیت کے لئے صرف والدہ کا سایہ رہ گیا، بچپن میں ہی امام بخاری کی بینائی چلی گئی تھی، والدہ کو بہت صدمہ تھا اور بارگاہ الٰہی میں آہ وزاری کرتی تھیں، رات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھا، وہ فرما رہے تھے کہ تیری دعا قبول ہوئی، صبح دیکھا تو بیٹے کی آنکھوں میں روشنی لوٹ آئی تھی، آپ بڑے ذہین و فطین تھے بچپن سے ہی احادیث کا بے انتہا شوق تھا، کوئی حدیث سنتے تو فوراً یاد کر لیتے؛ چنانچہ خود فرماتے تھے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں۔ آپ نے تقریباً ۲۳ کتابیں لکھی ہیں، جن میں سب سے بلند پایہ تصنیف ''صحیح بخاری'' ہے۔ آپ نے اس کتاب کو لکھنے میں تقویٰ و طہارت کا بے انتہا اہتمام کیا اور اس شان سے ترتیب و تدوین کا آغاز کیا کہ جب ایک حدیث لکھنے کا ارادہ فرماتے، تو پہلے غسل کرتے، دو رکعت نماز پڑھتے پھر اس کے بعد ایک حدیث تحریر فرماتے، اسی طرح سولہ سال کی مدت میں یہ کتاب ختم ہوئی، اس کو احادیث کے ذخیروں میں سب سے زیادہ صحیح ترین کتاب تسلیم کیا گیا، امام بخاری نے ۱۰ شوال ۲۵۶ھ میں بعد نماز عشاء انتقال فرمایا۔

اللہ کی قدرت: ہیرا اور کوئلہ

اللہ تعالیٰ کی قدرت دیکھئے اس نے زمین کے اندر بہت سی دھات پیدا کر دی ہیں، ان میں سے پتھر کی شکل میں ہیرا اور کوئلہ بھی نکلتا ہے۔ سائنس دانوں کا کہنا ہے کہ ہیرا اور کوئلہ ایک ہی جنس کی دو الگ الگ شکلیں ہیں، مگر وہ حقیقت میں کاربن (corbon) ہیں۔ وہ کونسی ذات ہے جو کاربن جیسی چیز کو کبھی ہیرے کی شکل دے کر روشن اور چمکدار بنا دیتی ہے اور کبھی کوئلہ کی شکل دے کر اسے سیاہ اور بدصورت بنا دیتی ہے۔ یقیناً اللہ ہی کی ذات ہے جو ایک جنس کی چیزوں کو مختلف شکلوں میں تبدیل کر دیتی ہے۔

شوہر کے بھائیوں سے پردہ کرنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''(نامحرم) عورتوں کے پاس آنے جانے سے بچو! ایک انصاری صحابی نے عرض کیا: دیور کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیور تو (تمہارے لیے) موت ہے'' (یعنی جس طرح موت سے ڈرا جاتا ہے، اسی طرح شوہر کے بھائیوں سے ڈرنا چاہیے اور پردہ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ (بخاری: ۵۲۳۲، عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ)

رکوع میں ہاتھوں کو گھٹنوں پر رکھنا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع فرماتے، تو اپنے ہاتھوں کو گھٹنے پر

رکھتے ایسا لگتا تھا جیسے ان کو پکڑ رکھا ہو اور دونوں ہاتھوں کو تھوڑا موڑ کر پہلوؤں سے الگ رکھتے تھے۔

(ترمذی:۲۶۰،عن ابی حمید الساعدی)

خانہ کعبہ کو دیکھ کر دعا مانگنا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''چار موقعوں پر آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے،ان میں سے ایک کعبہ شریف پر نظر پڑتے وقت (دعا کرنا) ہے''۔

(بیہقی فی السنن الکبریٰ:3/360عن ابی امامہؓ)

زمین ناحق لینے کا عذاب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جس نے کسی کی ذرا سی زمین بھی ناحق لے لی،اس کو قیامت کے روز ساتویں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔(بخاری:6427عن ابی سعید الخدریؓ)

سب سے زیادہ خوف کی چیز

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''مجھے تم پر سب سے زیادہ خوف اس بات کا ہے کہ کہیں اللہ تعالیٰ تم پر زمین کی برکات کو نہ ظاہر کردے''،پوچھا گیا کہ زمین کی برکات سے کیا مراد ہے؟رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''دنیا کی رنگینی،اس کی خوبصورتی اور زیب وزینت۔''(بخاری:6427،عن ابی سعید الخدریؓ)

اللہ اور رسول کی اطاعت کا بدلہ

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلے گا،تو اللہ اس کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا ،جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔وہ ہمیشہ ان باغوں میں رہیں گے،اور یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔

جن کے اثرات سے حفاظت

حضرت خالد بن ولیدؓ نے عرض کیا:اے اللہ کے رسول مجھے ایک مکار جن پریشان کرتا ہے،تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ کلمات کہو۔اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ مِنْ شَرِّ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُ ھُنَّ بِرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَفِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا وَمِنْ شَرِّ مَا یَعْرُجُ فِی السَّمَاءِ وَمَا یَنْزِلُ مِنْھَا وَمِنْ شَرِّ کُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا یَطْرُقُ بِخَیْرٍ یَا رَحْمٰنُ)۔

چنانچہ وہ صحابی کہتے ہیں کہ میں نے یہ عمل کیا،تو اللہ تعالیٰ نے میری وہ پریشانی ختم کردی۔ (کنزل العمال28539)

قرآن کی نصیحت

قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:نیکی اور پرہیز گاری اختیار کرنے اور لوگوں کے درمیان صلح کرانے میں اللہ کو اپنی قسموں میں آڑ مت لیا کرو(یعنی نیک اور اچھے کام نہ کرنے کی قسمیں مت کھاؤ)بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

☆☆☆☆☆

ہر جائز مراد کیلئے مجرب عمل

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّ کُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ○(سورہ انفال:آیت نمبر9)

ترجمہ:......جب تم اپنے رب سے فریاد کرتے تھے تو اس نے تمہاری سن لی کہ میں تمہیں مدد دینے والا ہوں،ہزاروں فرشتوں کی قطار سے۔

مسلمانوں پر واجب ہے کہ تمام امور میں اللہ پر توکل کریں مدد اور کامیابی اسی کے ہاتھ میں ہے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ہر جائز مراد کے لئے چودہ (۱۴) مرتبہ مذکورہ آیت گیارہ دن تک پڑھیں۔

میرے پیارے حضور ﷺ

از حافظ محمد ظفر اقبال شاہد لاہور

حضرت علامہ سخاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور پُر نور ﷺ کے اسماء شریفہ میں مشہور ترین اسم محمد ہے۔قرآن مجید میں کئی مقامات پر اس کا ذکر آتا ہے۔مثلاً

یہ اسم شریف حمد صفت سے منقول ہے،جس کا معنی محمود ہے اس میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔حضرت امام بخاری علیہ الرحمہ نے تاریخ کبیر میں حضرت علی بن زید کے طریق سے نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابو طالب نے حضور اکرم ﷺ کی یوں مدح سرائی فرمائی ہے۔

وثق له من اسمه ليجله فذو العرش محمود و هذا محمد

اور اُس نے اپنے نام سے اپنے محبوب ﷺ کے نام مشتق فرمایا ہے تاکہ اُس کو تعظیم بخشے وہ صاحبِ عرش محمود ہے اور یہ محمد ﷺ نے آپ کو اس نام سے موسوم کیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود فرشتوں کے نزدیک محمود مرسلین کے نزدیک محمود زمین والوں کے نزدیک محمود ہیں آپ کی شخصیت میں ایسی صفاتِ کمال پائی جاتی ہیں جو ہر عاقل کے نزدیک محمود ہیں اگر چہ وہ اپنے عناد جہالت کی سرکشی کی وجہ سے آپ کا ان صفات سے متصف ہونے کا انکار بھی کرے۔آپ ایسی حمد سے متصف ہیں جو کسی غیر کو حاصل نہیں ۔بے شک آپ کا اسم شریف محمد اور احمد ہے آپ کی اُمت حمادون ہے ہر غم اور ہر خوشی پر اللہ کی حمد کرتے ہیں آپ نے تمام لوگوں سے پہلے اپنے رب کی حمد فرمائی آپ کی صلاۃ اور آپ کی اُمت کی صلاۃ حمد سے شروع ہوتی ہے۔خطبہ بھی حمد سے شروع ہوتا ہے۔اس طرح لوحِ محفوظ پر آپ کی حمد ہے آپ کے خلفاء اور صحابہ کرام اپنے مصاحف کو حمد کے ساتھ شروع کرتے ہیں۔قیامت کے روز آپ کے ہاتھوں میں لواالحمد ہوگا جب آپ شفاعت کی غرض سے اپنے رب کے حضور سجدہ ریز ہوں گے اور آپ کو اذنِ شفاعت ملے گا تو اپنے رب کی ایسی حمد فرمائیں گے جو اُس وقت آپ کو القاء ہو گی آپ صاحبِ مقام محمود ہیں جس پر پچھلے اور اگلے رشک کریں گے۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

عسىٰ ان يبعثك ربك مقاما محمودا

جب آپ اُس مقام محمود پر فائز ہوں گے تو اہل موقف تمام مسلم و کافر پہلے اور پچھلے کی حمد کریں گے۔آپ ایسے فعال و کمالات کے ساتھ محمود تھے کہ جن کی برکت سے زمین ہدایت و ایمان سے بھرپور ہوگئی علم نافع اور عمل صالح سے لبریز ہوگئی۔مقفل دلوں کے دریچے کھل گئے زمین کے مکینوں سے ظلمت چھٹ گئی۔اہل زمین شیطان کے مخفی فریبوں اور شرک باللہ اور کفر باللہ سے محفوظ ہو گئے اور جہالت سے دور ہو گئے حتیٰ کہ آپ کے خوش نصیب متبعین نے دنیا و آخرت کا شرف حاصل کر لیا آپ کا پیغام اہلِ زمین کو پہنچا جتنی کہ انہیں اُس کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے عباد و بلاد پر ابر کرم برسایا اور ساری تیرگیاں کافور ہوگئیں آپ کی وجہ سے موت کے بعد زندگی بخشی گمراہی کی جگہ ہدایت عطا فرمائی جہالت کو معرفت ملی قلت کثرت سے بدل گئی۔افلاس کو تمنا میں بدل دیا،گمنامی کے بعد رفعت ملی مومن بندوں کے دلوں میں آپ کی عظمت و رفعت روشن ہوگئی۔شکوک وشبہات کے سارے بادل چھٹ گئے ۔آپ کی عظمت وصفت ایسے چمکنے لگیں جیسے چودھویں کا چاند۔(القول البدیع)

بیٹی کے لئے رشتہ تلاش کرنا کٹھن کیوں؟

تحریر: عطیہ ارشد

جب بیٹی گھر میں پیدا ہوتی ہے تو سارے گھر کا نقشہ بدل جاتا ہے۔ بیٹی کا باپ اپنے اوپر بوجھ بلکہ احساس ذمہ داری محسوس کرتا ہے۔ کسی حد تک ماں پریشان ہو جاتی ہے اس وجہ سے نہیں کہ انہیں بیٹی کی پیدائش پر خوشی نہیں ہوتی بلکہ وہ اس کے اچھے نصیب کے لئے پریشان ہوتے ہیں اور ہمیشہ یہی دعا مانگتے ہیں اے اللہ! ہماری بیٹی کے نصیب اچھے کرنا۔

کہا جاتا ہے کہ بیٹیاں۔ بیٹوں سے بھی زیادہ اچھی لگتی ہیں کیونکہ جس طرح ایک بیٹی آج کے دور میں والدین کا خیال رکھتی ہے اس طرح ایک بیٹا کبھی بھی نہیں رکھ سکتا۔ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ گھر اس وقت مکمل ہوتا ہے جب خدا اس کو بیٹی کی نعمت سے نوازتا ہے۔ والدین اسے زندگی کے بدلتے موسموں، دکھوں سے بچانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ یوں یہ ننھی منی چڑیا اپنے آنگن میں کھلکھلاتی ہے، اور پھر والدین کو اس کی شادی کی فکر پڑ جاتی ہے۔ والدین اس کے رشتے کی تلاش کے لئے دوڑ دھوپ کر دیتے ہیں۔

ہمارا معاشرہ جس تیزی سے تبدیل ہو رہا ہے، اس میں اچھے رشتوں کی تلاش ایک انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے۔ بیٹی والوں کی طرح بیٹے والوں کو بھی خوب سے خوب تر کی تلاش ہوتی ہے۔ یہ مسئلہ جتنا سادہ نوعیت کا نظر آتا ہے درحقیقت اتنا ہی مشکل ہے۔ اس بنیاد پر ہمارے معاشرے میں بہت سی اخلاقی قدریں پامال ہو رہی ہیں۔ جب لڑکے والے لڑکی کا رشتہ دیکھنے کے لئے جاتے ہیں تو بڑی شان کے ساتھ تشریف رکھتے ہیں۔ ایسے وقت میں لڑکی والے ان کی بڑی آؤ بھگت کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے عزت کرنے میں۔ لڑکی کو بھی ایک نمائش کی طرح ان کے سامنے لا کر بٹھا دیا جاتا ہے اور وہ خوب دیکھ بھال کر کے چلے جاتے ہیں۔ اب یہ لڑکے والوں کی مرضی پر منحصر ہے کہ دوسری نگاہ ڈال کر آگے بڑھ جائیں یا بات آگے بڑھائیں۔

زیادہ تر رشتے رد ہونے کے اسباب خوبصورتی میں کمی، چھوٹا قد، موٹاپا، عمر، کم مالی حیثیت اور تعلیمی قابلیت وغیرہ ہوتے ہیں۔

بار بار لڑکے والے آتے ہیں اور بار بار لڑکی کو نمائش کے طور پر ان کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ مسلسل مسترد کیے جانے یا بات نہ بننے کی صورت میں یہ سلسلہ بعض اوقات سال ہا سال چلتا رہتا ہے۔ یوں اس معصوم ننھی پری کی خوشیاں ماند پڑنا شروع ہو جاتی ہیں۔ عمر کا بڑھنا ہر سال اسے اپنی ہی ذات میں ایک احساس کمتری اور ذہنی دباؤ کا شکار کر دیتا ہے۔ کم مائیگی کا احساس اتنی شدت اختیار کر جاتا ہے۔ اکثر یہ جسمانی اور ذہنی عوارض کی صورت میں سامنے آتا ہے۔ والدین بھی غیر شعوری طور پر بیٹی کی شادی کے لئے اتنے فکر مند ہو جاتے ہیں کہ وہ بھی بیٹی کو بوجھ سمجھنا شروع ہو جاتے ہیں۔ وہ اپنی ہی بیٹی میں احساس کم تری پیدا کرنے کا باعث بن جاتے ہیں۔ جس بیٹی کو بڑے پیار سے پھولوں کی طرح رکھا جاتا ہے،

والدین اس کی شخصیت اپنی فکرمندی کی نذر کر دیتے ہیں۔

ایسا نہیں کہ لڑکیوں کے رشتے نہیں آتے۔ ہر گھر میں چھوٹی عمر ہی سے بچیوں کے لئے پیغامات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے تو پھر رشتے کی تلاش میں اتنی مسائل کیوں؟ اس صورتحال کی ذمہ داری کسی ایک فریق پر ڈالنا ناانصافی ہے۔ رشتوں کی تلاش میں مسائل کی اہم وجہ معیار میں تبدیلی ہے جو معاشرتی تبدیلی کے سبب ہم نے اپنا لیے ہیں۔ رشتہ ہمیشہ ایسی جگہ کرنا چاہئے جو سیرت و کردار، تعلیم، دیانت داری اور حسن اخلاق جیسی دولت سے مالا مال ہو۔ یہ خوبیاں جس میں بھی ہوں گی وہ یقیناً ایک اچھا جیون ساتھی ثابت ہوسکتا ہے لیکن بدقسمتی سے ہمارے معاشرے میں صرف دولت کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے۔

والدین عموماً اپنی بیٹی کا رشتہ اس لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتے ہیں جو نا صرف اچھا کھاتا کماتا ہو بلکہ خوبصورت بھی ہو اور ذاتی گھر اور گاڑی بھی ہوں۔ لڑکی والوں کی یہ بھی ڈیمانڈ ہوتی ہے زیور کا سیٹ بھی ہو۔

جس لڑکے میں اتنی خصوصیات ہوں گی وہ 30 سال سے کم ہونے کا تو رہا۔ پڑھائی، نوکری، عہدہ اور پھر گھر بناتے بناتے بالوں میں سفیدی اتر آتی ہے۔

اب لڑکا عمر میں 38 سال بھی ہو لیکن اس کے لئے اٹھارہ سال کی دلہن تلاش کی جاتی ہے جس کی وجہ سے اٹھائیس تیس برس کی لڑکیاں اکثر اچھے رشتوں کی منتظر رہ جاتی ہیں۔ قسمت میں ہو تو الگ بات ہے ورنہ وقت ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

آج کل کے دور میں یہ خصوصیت بھی تلاش کی جاتی ہے کہ لڑکا اور لڑکی کا خاندان زیادہ بڑا نہ ہو تاکہ سسرال کے جھمیلوں سے جان چھوٹی رہے۔ شادی بیاہ رشتے طے کرنا انتہائی نازک مرحلہ ہے۔ اس لئے ظاہری چکا چوند سے مرعوب ہونے کی بجائے باطن پر نظر رکھیں۔

سب سے اہم بات یہ ہے کہ اپنی بیٹی کی تربیت کرتے وقت اس کی شخصیت کو مضبوط بنانے کی کوشش کیجئے۔ اسے اتنا اعتماد دیجئے کہ وہ ہر قسم کے حالات کا مقابلہ کر سکے۔ آسائشوں کی کمی اس کی زندگی پر اثر انداز نہ ہو بلکہ اس میں خود اپنا گھر بنانے اور سنبھالنے کی صلاحیت ہو۔ شادی ایک ایسا بندھن ہے جس میں مرد و عورت مل کر ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔ بیٹیاں چاہے اپنی ہوں یا پرائی سب کی ایک سی ہوتی ہیں اور شادی میں لڑکے اور لڑکی کی مرضی کو بھی شامل رکھا جائے تاکہ دونوں یہ بندھن بخوبی نبھا سکیں۔

اقوال زریں

☆......گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے مگر گناہ سے بچنا واجب تر ہے۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆......گلے اور شکوے سے زبان بند رکھو، راحت نصیب ہو گی۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆......اس دن پر آنسو بہا جو تیری عمر سے کم ہو گیا اور اس میں نیکی نہ تھی۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆......زبان کو شکوہ سے روک، خوشی کی زندگی عطا ہو گی۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

☆......علم پیغمبروں کی میراث ہے اور مال کفار، فرعون و قارون وغیرہ کی۔ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

(محمد نعمان خالد، گوجرہ)

دین کے مطابق بچوں کی پرورش کریں

میڈیا اور والدین اپنی تہذیب کو مد نظر رکھیں

تحریر: آمنہ سلیم

ہمارے دور میں ادب و احترام کو بہت درجہ دیا جاتا تھا آج بھی ہم اس کے پابند ہیں اور اُمید یہی کرتے ہیں کہ ہماری آنے والی نسلیں اس کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ دکھ اس بات کا ہے کہ موجودہ دور کے بچے اس سے قدرے دور ہیں۔

قصور کسی حد تک والدین کا بھی ہے جو بے جا لاڈ پیار میں اپنے بچوں کی گستاخیوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں پھر میڈیا بھی ادب کی حد کو پار کر چکا ہے۔ پہلے کے ڈراموں اور مختلف پروگرامز میں ادب کو بہت زیادہ اہمیت حاصل تھی مگر اب وہ بات نہیں رہی۔ اس طرح کے ڈرامے اور مختلف فلمیں بننے لگی ہیں جن میں ماں باپ یا اپنے سے بڑوں کی تمیز نہیں کی جا رہی۔ فیملی کے ساتھ بیٹھ کر اب کوئی پروگرام دیکھا نہیں جا سکتا۔ اس طرح کے ڈائیلاگ بولے جاتے ہیں جن میں ادب کا کوئی تصور ہی نہیں، جہاں آپ سے تم اور تم سے تو تک کے الفاظ شامل ہو چکے ہیں وہاں ہماری نسل پر کیا اثر پڑ رہا ہے۔ سوچنے والی بات ہے۔

پھر آج کل کے پرائیویٹ اسکولز جو ہمارے ملک کے کلچر کو پیش کرنے کی بجائے ویسٹرن کلچر کو پیش کر رہے ہیں۔ پرائیویٹ اسکولوں نے بھی ہمارے بچوں میں ویسٹرن کلچر کا بیج بو دیا ہے۔ آئے دن ان اسکولز میں کبھی (ہیلو ون) تو کبھی کلرز ڈے اور دوسرے بھی کئی فنکشنز میں بچوں کو مشغول رکھتے ہیں۔ کبھی کارٹون تھمیز ڈے منائے جاتے ہیں۔ جب دوسرے مغربی ممالک کو، ان کے کلچر کو فوکس کیا جا سکتا ہے تو ہمارے ملک کے کلچر کو کیوں نہیں پیش کیا جاتا؟ اس کے علاوہ گھروں اور اسکولز میں دین اسلام کی ترغیب دی جا سکتی ہے۔

ہمارے ہاں آج کل مغربی لباس کو زیادہ فوقیت دی جا رہی ہے۔ میڈیا کو اپنے ملک کے ڈرامے اور کلچر کو لوگوں تک پہنچانا چاہئے تاکہ موجودہ دور کی نسل اور آنے والی تمام نسلیں اپنے ملک کے کلچر، لباس، تہذیب وتمدن سے آشنا ہو سکیں۔ اسکولز میں قائد ڈے، اقبال ڈے اور ملک کے نامور خصوصی شخصیات جنہوں نے ملک وقوم کی خاطر تگ و دو کی، ان کے بارے میں بچوں کو بتایا جائے۔

ادب واحترام کو فوقیت دی جائے۔ گھروں اور اسکولز میں نعتیہ محافل منعقد کی جائیں تاکہ بچوں میں دین و دنیا دونوں کا شوق بیدار رہے۔ بچے دوسرے ممالک کی نقل سے بچ سکیں، والدین بھی اپنی تہذیب اور دین کے مطابق اپنے بچوں کی پرورش کریں۔

☆☆☆☆☆

لے پالک اولاد اور ممتا

تحریر: عائشہ جبیں

ماں کے پاؤں تلے جنت ہے۔اسلام میں جو مقام ماں کو حاصل ہے وہ کسی اور مذہب میں حاصل نہیں۔ یہ ہی وجہ ہے کہ شادی کے بعد جب وہ عورت ماں بنتی ہے تو اپنے آپ کو بہت خوش نصیب سمجھتی ہے۔لیکن اولاد ہر کسی کے مقدر میں نہیں ہوتی۔ آسمانوں پر بنے کچھ جوڑے بے اولاد ہی رہ جاتے ہیں۔اپنے دل کی تسکین کے لئے کچھ والدین اپنے عزیزوں یا رفاہی اداروں سے بچہ گود لے لیتے ہیں۔

لیکن جب وہی اولاد جوان ہوتی ہے تو لے پالک لڑکی باپ کے لئے جب کہ لے پالک لڑکا اپنی ماں کے لئے نامحرم بن جاتا ہے اور دنیا والے ایسے گھرانوں پر اپنی نظریں رکھتے ہیں اور ان پر طرح طرح کی باتیں کسنے لگتے ہیں۔لوگ شک کی نظروں اور طعنے تشنوں سے بے اولاد جوڑوں کا اپنی لے پالک اولاد کے ساتھ رہنا محال کر دیتے ہیں۔جب ان کے اپنے ہی بچے سکولوں اور کالجوں میں نامحرم لوگوں کے ساتھ پڑھ رہے ہوتے ہیں۔اس وقت ان کی عقل پر پردے کیوں پڑ جاتے ہیں؟

ایسے معاشرے سے وابستہ لڑکیاں شادیوں پر بن سنور کر سنگھار کر کے جاتی ہیں اور نامحرم لوگ ان کی خوبصورتی سے متاثر ہو رہے ہوتے ہیں اس وقت ان کے والدین کہاں ہوتے ہیں اور دوسری طرف ایک عورت جو ممتا سے سرشار ہو کر ایک بچے کو پالتی ہے، اس کی پرورش کرتی ہے اور اسے دنیا اور دین داری دونوں سکھاتی ہے وہی عورت جب اپنی جوان لے پالک اولاد سے کچھ باتیں کر لیتی ہے تو دنیا والے اس کا جینا عذاب کر دیتے ہیں۔

اگر ہم اپنے مذہب کے بھی قریب رہ کر سوچیں وبے شک یہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ اسلام میں بھی ایک اولاد کو پالنے سے وہ آپ کی محرم نہیں بن جاتی اور ہمیں یہ بھی معلوم ہوگا کہ اسلام نے نامحرم عورتوں اور مردوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا ہے لیکن ان طعنے کسنے والوں اور غیبت کرنے والوں سے بھی میری درخواست ہے کہ اگر آپ ایک انگلی دوسرے پر اٹھائیں گے تو چار آپ کی طرف بھی اٹھیں گی۔

دوسروں کو بُری نظر سے دیکھنے سے پہلے آپ کو اپنے گریبان میں بھی جھانکنا چاہئے اور اس بات کو ذہن میں رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں پر تہمت لگانے کی سزا 80 کوڑے رکھی ہے۔اس لئے دوسروں کی کھڑکیوں میں جھانکنے کے بجائے ہمیں چاہئے کہ پہلے ہم خود اپنی اصلاح کریں اور دعا کریں کہ اللہ ہمیں راہ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

عورتوں کے مسائل

تحریر: مفتی منیب الرحمٰن از تفہیم المسائل

غیر مسلمہ عورتوں کی مشابہت میں بال کٹوانا:

اور اگر غیر مسلمہ عورتوں سے مشابہت ہو تو یہ بھی ناجائز ہے جیسا کہ حدیث مبارک میں ہے: ''من تشبہ بقوم فھو منھم'' ترجمہ: جو جس قوم سے مشابہت کرے وہ اسی میں سے ہے۔

نان نفقہ کیا ہے:

سوال: خالدہ محسن سوال کرتی ہیں کہ نان نفقہ سے کیا مراد ہے اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

جواب: نان نفقہ سے مراد کھانا، کپڑا، رہنے کا مکان وغیرہ ہے اور نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ (عالمگیری، درمختار)

نفقہ کیسا ہو

سوال: ثمینہ پوچھتی ہیں کہ نفقہ کیسا ہونا چاہئے؟

جواب: اگر دونوں میاں بیوی مالدار ہوں تو مالداروں جیسا ہونا چاہئے اور اگر دونوں محتاج ہوں تو محتاجوں جیسا اگر ایک مالدار اور دوسرا محتاج ہو تو درمیانی نفقہ ہونا چاہئے۔

سوال: شازیہ مشتاق سوال کرتی ہیں کہ کیا سامان مرد پر مہیا کرنا واجب ہے؟

جواب: کھانے پکانے کے تمام برتن اور گھریلو سامان مہیا کرنا شوہر پر واجب ہے مثلاً چکی، ہانڈی، چمٹا، رکابی، پیالی، چمچہ وغیرہ چٹائی دری، قالین، چارپائی، لحاف تکیہ، کنگھا، تیل صابن وغیرہ اور اتنی خوشبو کہ جس سے بغل اور سینہ کی بدبو دفع کر سکے۔ (جوہرہ)

پہلے بچے کی ولادت کا خرچ

سوال: اسریٰ پوچھتی ہیں کہ ہمارے خاندان میں رسم ہے کہ پہلے بچہ کی ولادت پر ہونے والا سارا خرچ لڑکی کے والدین اٹھاتے ہیں، کیا یہ جائز ہے؟

جواب: جی نہیں یہ عمل درست نہیں کیونکہ زچگی کا سارا خرچہ شوہر پر واجب ہے۔ (ردالمختار)

بیمار بیوی کو میکے بھیجنا

سوال: فہمیدہ جب بیمار ہوتی ہیں تو ان کے شوہر انہیں میکے بھیج دیتے ہیں کیا یہ جائز ہے؟

جواب: جی نہیں عورت جب بیمار ہوتی ہے تو شوہر پر خدمت کرنا واجب ہے۔ (ردالمختار)

شوہر پر عورت کے کتنے کپڑے بنانا واجب ہے

سوال: یسریٰ خاتون سوال کرتی ہیں کہ سال میں شوہر پر عورت کے کتنے کپڑے دینے واجب ہیں؟

جواب: سال میں دو جوڑے کپڑے دینا شوہر پر واجب ہے ہر چھ ماہ کے بعد ایک جوڑا دے اور اگر پہلے پھٹ جائیں تو اور دینا واجب ہے۔ (جوہرہ)

لباس دینے میں اس شہر کے لباس کا اعتبار کیا جائے جس شہر میں وہ رہتے ہیں نیز عورت کو میکے سے جتنے کپڑے ملیں مرد کو اول ششماہی سے ہی دینا واجب ہے۔

عورت کو شوہر کے والدین کی خدمت کرنا

سوال: میمونہ بنت کریم بخش سوال کرتی ہیں کہ کیا شوہر کے والدین کی خدمت کرنا عورت پر ضروری ہے؟

جواب: جی نہیں شوہر کے والدین شوہر کے بھائی، بہن کی خدمت کرنا ضروری نہیں اگر خدمت نہیں کرے گی تو گنہگار نہیں ہوگی شوہر ان کی خدمت کیلئے عورت کو مجبور نہیں کرسکتا اگر خدمت کرے گی تو ثواب ملے گا۔ شوہر کو چاہئے کہ والدین کی خود خدمت کرے کیونکہ مرد پر سب سے زیادہ حق اس کی ماں کا ہے آج کل جو یہ رسم ہے کہ عورت اگر ساس سسر کی خدمت نہ کرے تو لڑائی جھگڑا ہوتا ہے یا شوہر عورت کو مارتا ہے یا اسے طلاق دے دی جاتی ہے یا میکے بھیج دیا جاتا ہے ایسا کرنا ظلم ہے شریعت کے خلاف ہے۔

شوہر سے الگ مکان کا سوال کرنا

سوال: نسیم بنت لیاقت سوال کرتی ہیں کہ ہمارا گھر بہت چھوٹا اور میرے سسرال والے بھی ساتھ ہی رہتے ہیں اس لئے میں پردہ نہیں کرسکتی کیونکہ دیور بھی ساتھ ہی رہتے ہیں تو اس صورت میں شوہر سے مطالبہ کرسکتی ہوں کہ وہ مجھے الگ مکان دے۔

جواب: نفقہ کا تیسرا جز اسکنیٰ یعنی رہنے کا مکان ہے شوہر جو مکان عورت کو رہنے کیلئے دے وہ خالی ہو یعنی شوہر کے متعلقین وہاں نہ رہیں ہاں اگر شوہر کا بچہ اتنا چھوٹا ہے کہ جماع سے آگاہ نہیں تو وہ مانع نہیں اور اگر عورت نے اس کو اختیار کیا کہ سب کے سب ساتھ رہیں تو متعلقین شوہر سے خالی ہونے کی شرط نہیں۔ (کتب عامہ)

سسرال والوں سے علیحدہ رہنا

سوال: نجمہ سوال کرتی ہیں کہ مجھے الگ مکان چاہئے میں اپنے سسرال والوں کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی میرا یہ مطالبہ درست ہے یا نہیں؟

جواب: عورت اگر تنہا مکان چاہتی ہو یعنی اپنی ساس یا شوہر کے متعلقین کے ساتھ نہیں رہنا چاہتی تو اگر مکان میں کوئی ایسا دالان اس کو دے دیا جائے جس میں دروازہ ہو اور بند کرسکتی ہو تو وہ دے سکتا ہے دوسرا مکان طلب کرنے کا اختیار نہیں بشرطیکہ شوہر کے رشتہ دار اسے تکلیف پہنچاتے ہوں رہا غسل خانہ، باورچی خانہ وغیرہ کا مطالبہ تو اگر شوہر مالدار ہو تو ایسا مکان دے جس میں یہ ضروریات الگ ہوں اور اگر غریب ہو تو صرف ایک کمرہ دے دے اگرچہ غسل خانہ وغیرہ مشترک ہو۔ (عالمگیری، درالمختار)

لڑکی کی منہ دکھائی کی رسم

سوال: نسیم جہانگیر سوال کرتی ہیں کہ میرے بھائی کی شادی پر بھابھی کو ہمارے رشتے داروں اور دیگر احباب اور بھائی کے دوستوں نے بھی بھابھی کا چہرہ دیکھ کر منہ دکھائی کے تحفے دیئے۔ از روئے شرع کیا یہ چیز جائز ہے؟

جواب: نئی دلہن کا منہ دکھائی کا عموماً جو رواج ہے کہ رشتہ دار، دوست احباب اور شوہر کے دوست وغیرہ آ کر دلہن کا منہ دیکھتے ہیں اور کچھ رقم یا تحائف وغیرہ منہ دکھائی میں دیتے ہیں، غیر محارم کو ایسا کرنا جائز نہیں اور ایسا کرنے پر شوہر گنہگار ہوگا۔

ٹیلی فون اور انٹرنیٹ پر نکاح کا حکم

سوال: عندلیب مرزا سوال کرتی ہیں کہ میری دوست فرحت کا نکاح نعیم عباسی سے ٹیلی فون پر ہوا۔ جب کہ سنا گیا ہے کہ آج کل انٹرنیٹ پر بھی نکاح ہو رہے ہیں از روئے شرع کیا ٹیلی فون و انٹرنیٹ جیسے آلات پر نکاح کیا جاسکتا ہے؟

جواب: ٹیلی فون پر نکاح کے منعقد ہونے کے بارے میں مفتی وقار الدین علیہ الرحمۃ، وقار الفتاویٰ میں ارشاد فرماتے ہیں کہ: ''نکاح صحیح ہونے کی بہت سی شرطیں ہیں، ان میں سے ایک شرط یہ

بھی ہے کہ ایجاب وقبول دونوں ایک مجلس میں ہوں اور دوسری شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول کے الفاظ دو عاقل، بالغ ،مسلمان مرد اور یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ایک ساتھ سنیں۔

ٹیلی فون پر ظاہر ہے کہ مجلس ایک نہیں ہے لہٰذا پہلی شرط نہ پائی جانے کی وجہ سے نکاح باطل ہے اور دوسری شرط بھی نہیں پائی جاتی۔اس لئے کہ ٹیلی فون سے ایک آدمی سنتا ہے اگر قاضی نے سنا تو گواہوں نے کچھ نہ سنا اور جب گواہ سنیں تو دوبارہ ٹیلی فون کرنے والا بولے گا۔اس نے نئے الفاظ سنے جو پہلے والے نہ سنے تھے۔ اسی طرح دوسرا گواہ بھی سنے گا۔اس لئے دونوں گواہوں کا ایک ساتھ سننا بھی نہیں پایا جائے گا۔اور تیسری وجہ باطل ہونے کی یہ ہے کہ ٹیلی فون پر صرف آواز سنی جاسکتی ہے۔کون شخص قبول کر رہا ہے یہ معلوم نہیں ہوتا اور صرف آواز سے یہ متعین نہیں کیا جا سکتا ہے کہ یہ فلاں شخص کی آواز ہے۔اس لئے کہ آواز دوسرے کی طرح بنائی جا سکتی ہے،لوگ جانوروں کی آوازوں کی اس طرح نقل کرتے ہیں کہ اگر سامنے نہ ہو تو پہچانا نہیں جا سکتا کہ یہ آواز جانور کی ہے یا انسان نقل کر رہا ہے۔

بہرحال ٹیلی فون پر نکاح باطل ہے۔اس کے صحیح ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اگر کوئی ایسی ہی مجبوری ہے کہ نکاح جلد کرنا ہے اور شوہر یہاں نہیں آ سکتا تو یہ کر سکتے ہیں کہ شوہر وہاں سے کسی شخص کی معرفت یہاں اپنے والد، بھائی وغیرہ کسی کو وکیل مقرر کر دے اور شرائط لکھ دے کہ فلاں شخص کی بیٹی ،فلاں نام والی کے ساتھ میرا نکاح آپ قبول کر لیجئے اتنے مہر پر۔اس کے بعد قاضی نکاح پڑھاتے وقت اس وکیل سے یہ کہے گا کہ ''فلاں بنت فلاں کا نکاح اتنے مہر پر میں نے تمہارے مؤکل فلاں شخص کے ساتھ کیا'' وکیل کہے گا کہ ''میں نے اپنے مؤکل فلاں شخص کیلئے قبول کیا''۔تو یہ نکاح صحیح ہو جائے گا اسی لئے نکاح کے فارم میں جس طرح لڑکی کے وکیل کا کالم ہے،اسی طرح لڑکے کے وکیل کا کالم بھی بنا ہوا ہے۔

(وقار الفتاوٰی،جلد سوئم صفحہ ۵۲)

نوٹ: آج کل اسپیکر فون کی وجہ سے بیک وقت گواہ وکیل و دیگر احباب ایک ساتھ سن لیتے ہیں لیکن دوسری شرائط نہ پائی جانے کی وجہ سے نکاح پھر بھی باطل رہے گا۔

اسی طرح انٹرنیٹ پر نکاح باطل ہے،اس نکاحکی شرعاً کوئی حیثیت نہیں ہے کہ جس نکاح میں شرائط نکاح مفقود ہوں وہ نکاح سراسر باطل ہے۔ (جاری ہے)

﴿بیماری یا کمزوری کو دور کرنے کا نسخہ﴾

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِى الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ۔(سورۂ یوسف: آیت ۵۶)

ترجمہ:......اور یونہی ہم نے یوسف کو اس ملک پر قدرت بخشی اس میں جہاں چاہے رہے۔ہم اپنی رحمت جسے چاہیں پہنچائیں اور ہم نیکیوں کا اجر ضائع نہیں کرتے۔

اگر کوئی بچہ یا کوئی شخص بیمار ہو، یا کمزور ہو،سوکھتا چلا جا رہا ہو اور بظاہر کوئی بیماری نظر نہ آتی ہو تو اول و آخر تین تین مرتبہ درود شریف پڑھے،اور اکیس (۲۱) دن تک ایک سو اکتالیس (۱۴۱) دفعہ یہ آیت پڑھے اور مریض پر دم کرے۔اللہ پاک شفا عطا کرے گا۔